صحیفہ کاملہ
ایک تجزیاتی مطالعہ

عالیجناب مولانا ڈاکٹر میر محمد علی صاحب

تمہید:

حضرت علیؑ ابن الحسینؑ امام زین العابدین علیہ السلام سلسلہ ائمۂ حقہ کے چوتھے امام ہیں۔ امام کے ۵۷ سال پر محیط زندگی کے حالات کو ہم زیادہ تر سانحہ کربلا کے حوالے سے جانتے ہیں۔ تاریخ کے اوراق اور منبر سے بھی کربلا کے واقعات میں امام کی مظلومیت ہی ذکر کا محور رہتی ہیں۔ فصیح البیان شاعر فرزدق کے فی البدیہہ قصیدے کے حوالے سے بھی امام کا خانوادہ رسالت و امامت کی عظیم فرد کی حیثیت سے تعارف کیا جاتا ہے۔ لیکن ان تمام نسبتوں میں ممتاز امام کی شناخت صحیفہ کاملہ ہے جو ایک عظیم الشان کتاب ہے۔

یہ دعاؤں اور مناجات کی کتاب ہے اور اس کا زیادہ تر استعمال سرسری، وقتی اور ذکر دعا تک ہی محدود رہتا ہے۔ ان دعاؤں میں حکمت اور دانائی، معرفت الٰہی، عبد و معبود کے تعلقات، حقوق الناس اور استغفار، تزکیہ نفس اور تخلیق کائنات سے متعلق رموز اور مضامین لائق توجہ ہیں۔ امام زین العابدین کی حقیقت معرفت کے لئے اس صحیفہ کا بغور مطالعہ ضروری ہے۔

زیر نظر مقالہ صحیفہ کاملہ کا تجزیاتی مطالعہ ہے اس میں اس عظیم کتاب کی چند خصوصیات مثلاً تاریخی

ماحول، اسناد، فلسفہ دعا، اسلوب بیان اور دعاؤں کے مضامین کے تجزیہ سے اس کتاب کے ادبی، علمی اور تبلیغی پہلوؤں کو اجاگر کرنے کی ایک کوشش کی گئی ہے۔

تاریخی ماحول: صحیفہ کاملہ کے ذریعہ امام زین العابدینؑ کی روحانی اور تبلیغی جدوجہد کے صحیح اندازہ کے لئے وہ تاریخی ماحول جاننا ضروری ہے جس میں یہ کتاب لکھی گئی۔ یہ منظرنامہ کچھ اس طرح ہے۔ شہادت امیر المومنین کے بعد مرکز خلافت کوفہ سے دمشق منتقل ہو چکا۔

شام کی سرزمین اسلام کے لئے اجنبی تھی۔ انہی حالات میں کربلا کا سانحہ واقع ہوا۔ کربلا نے شام کے جابر حکمرانوں کو یہ پیغام دے دیا کہ اہلبیت محمدؐ اور ان کے مقدس نصب العین کو مادی طاقت سے نہیں کچلا جا سکتا۔ اس لئے مخالفین کی کوشش یہ رہی کہ ایسی پالیسی اور فضا پیدا کی جائے جو اسلام کا حلیہ بگاڑ دے۔ امام زین العابدین نے چھ اموی حکمرانوں کے دورحکومت کو دیکھا۔ تقریباً چالیس سال پر محیط یہ عرصہ عام مسلمانوں کے لئے ذہنی اور اخلاقی بگاڑ کا پست ترین دور تھا جس نے نہ صرف مسلمانوں کے بنیادی عقائد کو بلکہ ان کے روزمرہ کے اعمال اور اخلاق کو بیحد متزلزل کر دیا اور اسلامی معاشرہ کو بہت پیچھے ڈھکیل دیا۔ فسق و فجور عام تھا لوہے اور سونے سے لوگوں کے ضمیر تبدیل کئے جا رہے تھے قرآن کی غلط تاویل عام تھی۔

جناب امیر امام حر نے اپنی کتاب ''امام حریت حضرت زین العابدینؑ'' میں اس صورت کو یوں بیان کیا ہے: ''اس نصف صدی کے دوران اسلامی معاشرہ میں جو تغیرات واقع ہوئے وہ عائلی، قبائلی اور نسلی عصبیتوں کو قبل اسلام کے جاہلی نظام میں دوبارہ ڈھکیل دیا۔ ابن خلدون (المقدمہ) کے بموجب یہ عائلی جبلی کیفیات جو عہد رسالت میں دب گئی تھیں پھر عود کرا گئیں''۔

(امام حریت حضرت علی ابن الحسینؑ)

اس ماحول کو جناب کمال حیدر رضوی نے اپنی ایک تقریر میں کچھ اس طرح بیان کیا ہے۔ ''واقعہ کربلا کے بعد عالم اسلام میں ایک سناٹا تھا۔ مدینہ میں سوگ، مکہ میں سراسیمگی، کوفہ میں ندامت اور شام میں پچھتاوا۔ ایسی صورت میں کون بولنے کی ہمت کرے۔ یہ وقت کا امام بہتر جانتا ہے کہ کب خطبوں کے ذریعے نہج البلاغہ بنائی جائے اور کب دعاؤں سے صحیفہ کاملہ کی تدوین ہو۔ اس خاموشی کو امام نے

اپنے اور خدا کے درمیان دعاؤں کے ذریعے توڑا‘‘ مندرجہ بالا حالات میں بہ حیثیت امام وقت سید سجاد پر یہ لازم تھا کہ اسلام کے صحیح نظریات کی تبلیغ کریں۔ لیکن ریاستی جبر اور تشدد اور آل رسولؐ اور صحابہ کرام کی زبان بندی کے باعث یہ ناممکن تھا۔ تبلیغ تو دور کی بات ہے صرف آل رسولؐ سے ہمدردی کے اظہار پر گردن اڑا دی جاتی تھی۔

ایسے پر جور اور تاریک زمانہ میں یہ امام کی کامیاب حکمت عملی تھی کہ ان پابندیوں کے باوجود دین اسلام کی تعلیمات امت تک پہنچانے کا فریضہ ایسی خوش اسلوبی سے انجام دیا کہ یہ کسی سلطنتی گرفت سے باہر رہا۔ امام نے مصلے پر بیٹھ کر خضوع وخشوع سے نہایت دلگداز لہجے میں اپنے مالک سے دعائیں مانگنی شروع کیں۔ ان دعاؤں میں وہ سب کچھ کہہ دیا گیا جو احیائے اسلام اور تزکیہ نفس وضمیر کے لئے ضروری تھا۔ سمجھنے والے سمجھے اور ان کے عقائد کی جلا ہوتی گئی۔

امامؑ کے پاس آنے والوں کے ذریعے یہ دعائیں ہزاروں انسانوں تک پہنچی اور بنی امیہ کو پتہ بھی نہ چلا کہ کس وقت اور کس نے ان کے حربوں کو ناکام بنا دیا (نسیم امروہوی)

اس وقت جبکہ زبان وقلم کی آزادی نہیں تھی دین اسلام کی سربلندی کے لئے امامؑ کی ان خدمات کے معتبرین میں علامہ طبری، حماد حبیب کوفی، علامہ بیہقی اور دیگر جید علما اور مورخین شامل ہیں۔ مختلف کتب سیر میں ان علماء کے بموجب صحیفہ کاملہ صرف دعاؤں کا مجموعہ نہیں ہے بلکہ علوم ومعارفِ اسلامیہ کی نشر واشاعت کا عظیم شاہکار ہے جو باطل کے خلاف کامیاب ہتھیار ثابت ہوا۔

غرض کہ صحیفہ کاملہ وہ پہلی آواز ہے جو بنی امیہ کے خلاف اسلام کی حقانیت کے دفاع میں ایک گوشہ سے بلند ہوئی۔ ان دعاؤں کے ذریعے امام نے عظمت توحید، ذات الٰہی کا جبروت، تفکر فی الکائنات، فرائض عبدیت، تطہیر اخلاق، تزکیہ روح اور تشکیل سیرت کا بھولا ہوا سبق یاد دلایا۔

صحیفہ کاملہ کی اسناد:

صحیفہ کاملہ کے مصنف کے طور پر آج امام زین العابدین کو کون نہیں جانتا؟ لیکن صدیوں پہلے لکھی جانیوالی قدیم کتابوں کے مصنف کی نشاندہی بھی ایک اہم مرحلہ ہوتا تھا۔ معترضین نے نہج البلاغہ کو سید رضی کی تصنیف کہنے سے گریز نہیں کیا۔ حد ہوگئی کہ قرآن کی الہامی حیثیت بھی زیر بحث آتی ہے۔ دعا

عبد و معبود کے درمیان ہم کلام ہونے کا ذریعہ ہے اس لئے بھی دعا کرنے والے کے اطمینان قلب کے لئے دعائیہ کلمات کی سند جاننا ضروری ہے۔

صحیفہ کاملہ کے اسناد کے ضمن میں علما اور شارحین کی اکثریت بشمول علامہ سید علی خان (ریاض السالکین)، میر باقر داماد (تعلیقات) علامہ مجلسی (بحار الانوار) شاہ محمد دورابی (ریاض العافین) محمد باقر خوانساری (روضات الجنات) وغیرہ روایات کے ایک سلسلہ پر متفق ہیں۔ یہ سلسلہ ہبۃ اللہ ابن حامد الحلی (متوفی ۶۰۹ھ) سے شروع ہو کر سید نجم الدین بہا الشرف سے گزرتے ہوئے ابوالفضل شیبانی پر ختم ہوتا ہے ابو الفضل اس کو دو طریقوں سے روایت کرتے ہیں رجال کا سلسلہ بڑا طویل ہے۔

> یہ حقیقت ہے کہ اس صحیفہ کی نسبت امام زین العابدین کی طرف اسی طرح شک و شبہ سے بالاتر ہے جس طرح زبور کی نسبت حضرت داؤد کی طرف اور انجیل کی نسبت حضرت عیسیٰ سے ہے۔

مختصر یہ کہ ایک روایت کے مطابق صادق آل محمدؑ نے یہ دعائیں امام محمد باقرؑ کے تحریر کردہ نسخہ سے متوکل بن ہارون کو لکھوائی تھی۔ دوسری روایت کے مطابق جناب زید شہید (ابن علیؑ ابن الحسینؑ) کے ہاتھ کا لکھا ہوا نسخہ بھی یحییٰ بن زید کے ذریعہ متوکل بن ہارون کی نظر سے گزرا اور انہوں نے دونوں نسخوں کو یکساں مطابق پایا۔ مرزا احمد حسن کاظمینی کے مقدمہ 'تاریخ صحیفہ کاملہ' (ملحقہ ترجمہ سید علی، نظامی پریس لکھنو) کے بموجب روایت کا ایک اور سلسلہ بھی ابوالفضل شیبانی پر ختم ہوتا ہے۔

وہ اس طرح کے شیخ الطائفہ ابوجعفر طوسی کے نواسہ محمد ابن ادریس نے اپنے ماموں ابوعلی حسین (فرزند شیخ الطائفہ) سے روایت کی جس کا سلسلہ شیخ الطائفہ سے حسن بن عبیداللہ الفضائری اور ابوالفضل شیبانی سے ہو کر عمری بن متوکل بن ہارون تک پہنچا (حوالہ ریاض السالکین)۔ اس طرح ان تینوں اسناد میں متوکل بن ہارون مشترک راوی ہے۔

متوکل بن ہارون کا بیان ہے کہ امام صادق نے مجھے ۷۵ دعائیں حفظ کر کے لکھوائیں اس میں سے ۱۱ دعائیں یاد نہ کر سکا باقی ساٹھ سے کچھ زیادہ محفوظ ہیں، یہی دعائیں آج ہمارے ہاتھوں میں ہیں۔ ان میں سے ۵۴ دعائیں تو صحیفہ کے تمام نسخوں میں شامل ہیں ان کے علاوہ ہفتہ کے دنوں سے مخصوص دعائیں اور دیگر دعاؤں کو ملا کر تعداد ۶۸ ہوتی ہے۔ البتہ جناب نسیم امروہوی کے ترجمہ (شائع کردہ شیخ غلام علی) میں ۱۵ مناجاتیں بھی شامل ہیں جو بقول مترجم پاک و ہند کے کسی مطبوعہ صحیفہ میں شائع نہیں ہوئیں۔ البتہ یہ مناجات شیخ عباس قمی کی مفاتیح الجنان میں موجود ہے اور علامہ اختر عباس اور علامہ ذیشان حیدر جوادی کے اردو ترجموں میں شامل ہیں۔

بہر حال یہ حقیقت ہے کہ اس صحیفہ کی نسبت امام زین العابدین کی طرف اسی طرح شک وشبہ سے بالاتر ہے جس طرح زبور کی نسبت حضرت داؤد کی طرف اور انجیل کی نسبت حضرت عیسیٰ سے ہے۔ دعاؤں اور مناجاتوں کا یہ مجموعہ صدیوں سے فرمان الہیٰ، معرفت بشر، تزکیہ نفس اور تلقین و تعلیم اخلاق کا ایک بے مثال وسیلہ ہے۔ یہ امام زین العابدین کا انسانیت پر احسان ہے کہ انہوں نے بیش بہا مضامین پر مشتمل اس کتاب کو اپنی نگرانی میں اپنے جگر گوشوں کے ذریعے ضبط تحریر میں لا کر اس کے متن کو کسی قسم کے شک وشبہات سے محفوظ کر دیا۔

نسخے، شرحیں اور ترجمے: موجودہ دور میں جدید فن طباعت کی سہولت، کمپیوٹر اور فوٹو کاپی اور دیگر ذرائع کی موجودگی میں قلمی نسخوں کی تیاری کی مشکلات کا صحیح اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔ قدیم دور میں تمام اہم کتابوں کے نسخے لکھے جاتے تھے جن کی صحت پر علما سند اور اجازہ لکھتے تھے اور یہی نسخے حوزہ ہائے علمیہ میں علما اور طالبعلم کے زیر مطالعہ رہتے۔

جیسا کہ بیان کیا جا چکا صحیفہ کی تحریر و تدوین امام زین العابدین کی زندگی میں ہو چکی تھی۔ لیکن ناساز گار ماحول کی وجہ سے یہ علمی خزانہ عام نگاہوں سے مخفی ہو گیا۔ تاہم ارباب بصیرت نسل در نسل اس کی روایت کرتے اور بقا و تحفظ کی کوششیں عمل میں لاتے۔ (مرزا احمد حسن)

بحار الانوار کی بموجب گیارھویں صدی میں حالات کی موافقت کے نتیجے میں ایران اور اصفہان میں کوئی گھر ایسا نہ رہا کہ جہاں قرآن مجید اور صحیفہ کاملہ کے نسخے نہ ہوں۔ علامہ مجلسی کو بھی ایک قدیم نسخہ

۳۳۳ ھ کا ملا تھا۔ لیکن علما اور محققین کے نزدیک سب سے قدیم نسخہ جو تمام نسخوں کی اصل تھا شیخ علی بن سکون (متوفی ۶۰۶ ھ) کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا۔

کتب خانہ رضویہ مشہد میں صحیفہ کے ۳۴ قلمی نسخے ہیں جن میں سب سے قدیم ۱۰۱۴ ھ ہے۔
کتب خانہ ناصریہ میں چھٹی، ۹ ویں اور ۱۱ ویں صدی ہجری سے متعلق تین نسخے ہیں۔ شہید اول کا نسخہ ۷ ویں ہجری کا کتب خانہ ممتاز العلماء میں ہے۔ لاہور اور ملتان کے کتب خانوں میں ۱۲ ویں صدی کے نسخے ہیں۔

نہج البلاغہ کی طرح صحیفہ کاملہ کی کئی شرحیں لکھی گئیں۔ آقائے بزرگ تہرانی نے اپنی کتاب 'الذریعۃ' میں اس عظیم کتاب کی ٤ شرحوں کی نشاندہی کی ہے جن کی تفصیلی مولانا سید علی مجتہد کے اردو ترجمہ کے ملحقات میں موجود ہے ان میں سے اکثر عربی اور چند فارسی میں ہیں۔

ان میں زیادہ معروف سید علی خان کبیر کی شرح ریاض السالکین سے موسوم ہے اس کو مختصر کر کے تلخیص الریاض کے نام سے تین جلدوں پر شائع کیا گیا ہے۔ اکثر علماء اور مولفین کی تالیفات میں اس کا حوالہ موجود ہے۔ (موسسہ درراہ حق)

دیگر شارحین میں محمد باقر بن محمد داماد، ملا محمد تقی مجلسی اول، ملا محمد باقر مجلس ثانی، اور شیخ بہا جیسے جید علما شامل ہیں۔ یہ بھی ایک اتفاق ہے کہ ان میں سے اکثر شرحیں ۱۱ ویں اور ۱۲ ویں صدی ہجری میں لکھی گئی۔

صحیفہ کاملہ کو صحیفہ اولیٰ بھی کہتے ہیں کیونکہ یہ صحیفہ خود امام نے اپنی زندگی میں لکھوا دیا تھا۔ امامؑ کے بعد اور دعاؤں کو سات صحیفوں میں جمع و تالیف کیا گیا اور ان کو صحیفہ ثانیہ ثالثہ تا ثامنہ کہا گیا۔ ان کے مولفین میں شیخ محمد بن حسن الحر عاملی (وسائل الشیعہ) مرزا عبداللہ آفندی (ریاض العلماء) مرزا حسین نوری (مستدرک) شامل ہیں۔

اسلامی تصانیف میں صحیفہ کاملہ دعاؤں کی پہلی کتاب ہے اس لحاظ سے تمام قدیم اور معتبر کتابوں میں اس کو بہ حیثیت ماخذ قرار دیا گیا۔ کتب وظائف اور اعمال میں اس کا حوالہ ملتا ہے جس کی مثالیں شیخ الطائفہ (مصباح المجتہد ۸ دعائیں) قطب الدین راوندی (دعوات ۳۰ دعائیں) رضی الدین بن طاؤس (اقبال ۷ دعائیں) اور شیخ ابراہیم بن علی الکفعمی (بلد الامین ۱۰ دعائیں)

(مقدمہ علامہ محمد: مشکوٰۃ)

اردو ترجموں میں علامہ سید محمد ہارون، سید علی مجتہد، مفتی جعفر حسین، سید مرتضیٰ حسین، نسیم امروہوی اور علامہ ذیشان حیدر جوادی کے نام قابل ذکر ہیں۔ علامہ سید علی کے ترجمہ میں دیگر علما کے مقدمات شامل ہیں۔ مفتی جعفر حسین کے ترجمہ کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ ہر دعا کے اختتام پر اس کے مضمرات کی تشریح کی گئی ہے۔ جو دعا کے عرفانی پہلو کو اجاگر کرتی ہے۔ نسیم امرہوی کے ترجمہ میں الفاظی تشریح سے انکا عربی لغت پر عبور اور استعداد عیاں ہے۔ صحیفہ کے بے شمار و فارسی ترجمے ہیں۔ ترکی اور گجراتی میں بھی ترجمے کئے گئے ہیں۔

انگریزی میں ایک ترجمہ مولانا احمد علی موہانی کا ہے جو مدرسۃ الواعظین لکھنو سے شائع ہوا۔ اس ترجمہ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ ہندو فلسفہ کے استاد ڈاکٹر رانا ڈے نے اس ترجمہ کو دیکھ کر الہ آباد یونیورسٹی میں 'اسلامک فلسفہ' کو بھی درس میں شامل کیا۔ اس کے علاوہ چیدہ چیدہ دعاؤں کے انگریزی ترجمے بھی کئے گئے ہیں۔

انگریزی میں ایک ترجمہ ولیم چٹک کا بھی ہے اس کو (The Psalms of Islam) الصحیفہ الکاملہ السجادیہ کے نام سے محمدی ٹرسٹ برطانیہ/آئرلینڈ نے ۱۹۸۷ء میں شائع کیا ہے۔ مترجم نے مقدمہ میں صحیفہ کی تاریخ، اسلام میں نماز و دعا کی اہمیت، توحید عفو درگزر، اسماالحسنیٰ اور صحیفہ کی روحانیت پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ آخر میں امام کے رسالہ حقوق کا بھی ترجمہ شامل ہے۔ انگریزی ترجمہ ایک طرح کی آزاد نظم کے پیرایہ میں ہے جو پڑھنے میں مناجات کا اثر پیدا کرتا ہے۔

یہاں یہ قابل ذکر ہے کہ اس انگریزی ترجمہ میں عربی کے متن کی تصحیح اور ترتیب جناب عطا محمد عابدی مرحوم نے محنت اور لگن سے کی ہے جس کا مترجم نے اعتراف کیا ہے۔ اوپر بیان کردہ شرحوں اور ترجموں کی تفصیل حتمی نہیں بلکہ بطور نمونہ ہے تاکہ اس کتاب کی مقبولیت کا اندازہ ہو سکے۔ ان کے علاوہ اور بھی شرحیں اور تراجم موجود ہو سکتے ہیں۔

علمائے فریقین نے بھی اپنی تالیفات میں اس صحیفہ کا ذکر کیا ہے۔ شیخ الاسلام قسطنطنیہ شیخ سلیمان قندوزی نے 'ینابیع المودۃ فی القربیٰ' میں اس صحیفہ سے اکثر دعائیں نقل کی ہے۔ یہ بھی قابل ذکر ہے کہ

اخبار اثنا عشری دہلی (مطبوعہ ۹ مئی ۱۹۰۸ء) کے بموجب جرمنی کے فاضل ہامر برگ اشتال نے اپنی تالیف 'میقات الصلوٰۃ فی سبعہ اوقات' میں اچھے مضامین اور زود اثر دعاؤں کے ضمن میں امام کی تعلیم کردہ دعائے ابوحمزہ ثمالی کا ذکر کیا ہے۔ (اولاد حیدر فوق)

تجزیاتی مطالعہ:

بہ حیثیت کتاب صحیفہ کاملہ کے تجزیہ کے کئی پہلو نکل سکتے ہیں۔ اپنی دانست کے مطابق میں اس صحیفہ کو تین زاویوں سے دیکھنا پسند کرونگا۔

الف: صحیفہ بطور دعاؤں کا مجموعہ۔
ب: صحیفہ کی دعاؤں اور قرآن میں ہم آہنگی
ج: صحیفہ کے علمی اور تبلیغی پہلو

الف: دعاؤں کی ایک کتاب کی حیثیت سے اس کے مضامین کا تناظر (Spectrum) بہت وسیع ہے۔ اس کی ۵۴ دعاؤں اور مناجاتوں کی مقاصد کے اعتبار سے حسب ذیل تقسیم ہوسکتی ہے۔

> محققین کا خیال ہے کہ بعض دعائیں بالکل فی البدیہہ ہو سکتی ہیں اور بعض طویل دعائیں مقاصد کو پیش نظر رکھ کر مدون کی گئیں بظاہر تو یہ دعائیں ہیں لیکن ان میں علم طب، نفسیات، فلکیات، معاشرت اور اخلاقیات کے سمندر کوزہ میں بند ہیں۔

۱۔ عبادات اور تقویٰ سے متعلق دعائیں۔ حمد و ثناء، انبیاء، محمدؐ و آل محمدؐ اور فرشتوں کا ذکر، طلب مغفرت، طلب رحمت، موت کا ذکر، مکارم الاخلاق، توبہ اور ادائے شکر کی دعائیں۔

۲۔ حقوق العباد سے متعلق دعائیں: ان میں والدین، اولاد، دوست، ہمسایہ اور حدود مملکت کی نگرانی کرنے والوں کے لئے دعائیں۔

۳۔ انسانی ضروریات کی تکمیل کی دعائیں: حاجت براری، دادخواہی، بیماری سے نجات، ادائے قرض، وسعت رزق اور دشمنوں سے بچاؤ کی دعائیں۔

۴۔خاص مواقع کی دعائیں: صبح وشام نماز شب، ایام ہفتہ، رویت ہلال، عیدین، جمعہ، عرفہ، ماہ صیام اور ختم قرآن کی دعائیں۔

محققین کا خیال ہے کہ بعض دعائیں بالکل فی البدیہہ ہوسکتی ہیں اور بعض طویل دعائیں مقاصد کو پیش نظر رکھ کر مدون کی گئیں بظاہر تو یہ دعائیں ہیں لیکن ان میں علم طب، نفسیات، فلکیات، معاشرت اور اخلاقیات کے سمندر کوزہ میں بند ہیں۔

ب: صحیفہ کی دعاؤں اور قرآن میں ہم آہنگی

صحیفہ اور قرآن مجید کے تعلق کے سلسلہ میں یہ عرض ہے کہ صحیفہ کی دعاؤں میں حمد وثناء، صفات الٰہی، اوصاف محمد وآلِ محمد کے ذکر کے ساتھ خاص مقاصد کے حصول کے لئے خدا سے امداد کی طلب ہے۔

ان دعاؤں میں قرآنی آیات کا نفوذ (Fusion) ایک اہم اور خصوصی عمل (Process) ہے جو باری تعالٰی کے سامنے اپنے مقاصد کو پیش کرنے کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔

اس عمل کو سمجھنے کے لئے یہ سوچیں کہ ہم جب کسی حاکم کے سامنے درخواست پیش کرتے ہیں تو رائج الوقت قانون کے حوالوں کے ذریعہ اپنے مطلب اور مدعا کو مستحکم کرتے ہیں بالکل اسی طرح امامؑ نے دعاؤں میں حسب موقع قرآن سے ایسے آیات اور الفاظ کا انتخاب کیا ہے جو دعاؤں کے مقصد سے ہم آہنگ ہیں۔

ولیم چٹک نے اپنے ترجمہ میں جس کا ذکر آچکا ہے صحیفہ کی دعاؤں میں ان مقامات کی نشاندہی کی ہے جہاں قرآنی حوالے ہیں یہ ایک قابل تحسین کام ہے۔

راقم الحروف نے اس فہرست پر مزید تحقیق کی جس کے مطابق صحیفہ میں قرآنی آیات کے نفوذ (Fusion) کے تین انداز پائے جاتے ہیں۔

ا۔دعا کے تسلسل میں قرآنی آیات کلی یا جزوی طور پر اپنی اصلی شکل میں ہیں (Original Form) ایسے ۹۰ حوالے ہیں۔

دعا گناہوں سے معافی (۸): "انت الذی وسعت کل شیئ رحمۃ و علما" تو وہ ہے جو اپنی رحمت اور علم سے ہر چیز پر چھایا ہوا ہے۔

قرآن سورۃ مومن (۷) "ربنا وسعت کل شیئ رحمۃ وعلما فاغفر للذین تابوا" اے

ہمارے پروردگار تو اپنی رحمت اور علم سے ہر چیز پر چھایا ہے جن لوگوں نے توبہ کی انہیں بخش دے۔

۲۔ دعا کے الفاظ اور قرآنی آیات میں مماثلت پائی جاتی ہے (Comparability)

۴۰ حوالے۔

دعاء ختم قرآن (۴۴) "وبیض وجوھنا یوم تسود وجوہ الظلمۃ فی یوم الحسرۃ"

روز قیامت کا ذکر: ہمارے چہروں کو نورانی کرنا جبکہ حسرت و ندامت کے دن ظالموں کے چہرے سیاہ ہونگے۔ قرآن سورہ آل عمران (۱۰۶) "یوم تبیض وجوہ و تسود وجوہ"

ایمان لاکر کفر کرنے والوں کا ذکر جس دن بہت سے منہ نورانی اور بہت سے سیاہ ہونگے۔

۳۔ دعا کے الفاظ میں قرآنی آیت کا بالواسطہ اشارہ موجود ہے (Allusion) ۶۶ حوالے۔

دعا: کسی بات پر غمگین ہونا: "واجعل تقواک من الدنیا زادی والیٰ رحمتک رحلتی" اور پرہیزگاری کو دنیا سے تیری رحمت کی طرف سفر کا توشہ بنادے۔

قرآن سورہ بقرہ (۱۹۷) "وتزودوا فان خیر الزاد التقوی"

حج اور عمرہ کا ذکر: (جب حج کرنے جاؤ) تو پرہیزگاری کا زادوراہ اپنے ساتھ لے جاؤ۔

یہ علم معصوم کا ادنیٰ کرشمہ ہے کہ قرآن کے ۱۱۴ سوروں اور چھ ہزار سے زائد آیات میں سے امامؑ نے جہاں سے چاہا دعا کے مفہوم کے مطابق آیت کو پسند کرلیا اور دعا کے تسلسل میں اس طرح پیوست کر دیا کہ عام قاری کو قرآن اور امام کے الفاظ میں کوئی فرق نظر نہیں آ سکتا۔

صحیفہ کی دعاؤں میں تقریباً ۲۲۵ قرآنی حوالے موجود ہیں جو قرآن کے ایک دو نہیں ۷۰ سوروں میں پھیلے ہوئے ہیں۔ ان زندہ شہادتوں کے بعد کیا اب بھی کسی کو شک ہے کہ وارث علم قرآن کون ہے۔؟ کیا حدیث ثقلین کی اور کوئی تفسیر باقی ہے؟

ج: علمی اور تبلیغی پہلو

صحیفہ کاملہ کی دعائیں نور کا ایک منارہ اور معارف کا سمندر ہیں اس کی معنوی حیثیت کے سلسلہ میں ریاض السالکین (سید علی خان) اس کو کتب سماویہ اور صحف عرشیہ کے قائم مقام سمجھتے ہیں، ان دعاؤں میں قرآن، حدیث، تاریخ، فلسفہ اور کائنات کے سربستہ رازوں کے حوالے بھی ہیں جو غور و فکر کی دعوت

دیتے ہیں اس مقالہ میں مختصر چند خصوصیات کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

۱۔ توحید اور تعلق باللہ

صحیفہ کاملہ کی دعاؤں میں توحید اور تعلق باللہ کے مسائل پر بہت زور دیا گیا ہے۔ موجودہ ماحول میں تو یہ مذہب کے بنیادی اصول شمار کئے جاتے ہیں لیکن اموی دور میں ان بنیادی اصول پر کاری ضرب لگائی جا رہی تھی۔ جب علی الاعلان یہ کہا گیا کہ محمد نے ایک کھیل کھیلا تھا۔ نہ کوئی وحی آئی نہ فرشتہ، توحید الٰہی کے ذکر کی ایک مثال دعائے اول میں ہے جہاں امام فرماتے ہیں: ”الحمدللہ الاول بلا اول و الآخر بلا آخر یکون بعدہ“ (تعریف اس خدا کی جو ایسا اول ہے جس کے پہلے کوئی اول نہ تھا اور ایسا آخر جس کے بعد کوئی آخر نہ ہوگا۔)

۲۔ صفات باری تعالیٰ

صفات باری تعالیٰ میں عدل ایک ایسا وصف ہے کہ اگر انسان اس کی ماہیت سمجھ لے تو اس کے تمام اعمال میں ایک توازن اور تناسب قائم رہ سکتا ہے بنی امیہ نے اپنے اعمال اور ظلم کی پردہ پوشی کے لئے یہ عقیدہ پھیلانا شروع کیا تھا کہ خدا کے لئے عدل ضروری نہیں۔ امام کی دعاؤں میں جا بجا خدا کے صفات کا موثر الفاظ میں بیان موجود ہے۔ بالخصوص یوم عرفہ کی دعا اس ضمن میں ایک شاہکار ہے۔

۳۔ رسالت اور امام کا رتبہ

بقول نسیم امروہوی بنی امیہ نے اپنے ابتدائی دور میں رسولؐ اور عترت رسولؐ کے خلاف تیغ زبان (سب وشتم) کی جو مذموم تحریک شروع کی تھی یزید نے اس کو زبان تیغ (جنگ) میں بدل دیا اور سانحہ کربلا واقع ہوا۔ امام نے اپنی دعاؤں میں ان ذوات مقدسہ کی منزلت سے روشناس کرایا، ایک دعا میں ان الفاظ میں محمد اور آل محمدؐ کی فضیلت کا تذکرہ کیا ہے۔ ”و جعلتھم ورثہ الانبیاء و ختم بھم الاوصیا و الائمہ و علمتھم علم ما کان و ما بقی“ (اور آل محمدؐ کو انبیاء کا وارث بنایا، ان پر اولیا اور اماموں کا سلسلہ ختم کیا اور انہیں ماضی حال، اور مستقبل کا علم عطا کیا۔)

٤۔ کائنات میں تفکر

قرآن میں جا بجا قدرت کی تخلیقات کی طرف اشارہ ہے، عام آدمی کو منطق اور فلسفہ سے دلچسپی نہیں

ہوتی وہ ٹھوس ثبوت چاہتا ہے اسی مناسبت سے امام نے دعاؤں میں کائنات کے مظہر، رات اور دن کے وجود، چاند کی مخصوص مدار میں گردش، اس کا بڑھنا، گھٹنا، گرہن لگنا، آندھی اور بجلی کا قدرت کی نشانیوں کے طور پر اپنی دعاؤں میں ذکر کیا ہے۔ سائنسی ترقی کے نتیجہ میں ان سربستہ رازوں پر سے پردہ اٹھ رہا ہے اور ان کی صداقت عیاں ہو رہی ہے لیکن ۱۴ سو سال پہلے ان امور پر بحث کرنا اسی کا کام ہے جو علم کائنات جانتا ہو۔ مفتی جعفر حسین نے سائنسی انکشافات بالخصوص اجرامِ فلکی کے وزن کے متعلق ایک تفصیلی نوٹ دیا ہے جو پڑھنے کے لائق ہے۔

۵۔ انابت واستغفار

اس دور میں فسق و فجور عام تھا اور گناہوں کے ارتکاب میں نہ صرف بے شرمی تھی بلکہ دلیری بھی تھی۔ ضروری تھا کہ نوجوانوں کو انابت و استغفار سوز و گداز، خضوع و خشوع کے راستے دکھائیں جو دعا کی بنیاد اور تقویٰ کی روح ہے۔ دعائے مکارم الاخلاق اور توبہ میں انکساری کی بے شمار مثالیں ہیں۔ ایک جگہ کہتے ہیں "لا أیئس منک و قد فتحت لی باب التوبہ الیک" (میں تجھ سے مایوس نہیں ہو سکتا جبکہ تو نے توبہ کا دروازہ کھلا رکھا ہے)

صحیفہ کی دعاؤں میں تقریباً ۲۲۵ قرآنی حوالے موجود ہیں جو قرآن کے ایک دو نہیں ۷۰ سوروں میں پھیلے ہوئے ہیں۔ ان زندہ شہادتوں کے بعد کیا اب بھی کسی کو شک ہے کہ وارث علم قرآن کون ہے۔

تتمہ:

ان مطالب کے علاوہ صحیفہ میں اقتصادیات، سیاست اور اتحاد بین المسلمین سے متعلق امور کے حوالے میں موجود ہیں۔

صحیفہ کاملہ کے اس تجزیاتی مطالعہ کے اختتام پر خلاصتاً عرض ہے کہ یہ صحیفہ علوم اور معارف کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے، ایک یہ قدسی صفات بندہ کی اپنی پوری عبودیت سے مناجات الٰہی ہے جو تاریک دلوں کو روشنی اور زنگ آلود ضمیر میں نکھار پیدا کرتی ہے۔ اسلام میں مادی ترقی کے ساتھ ساتھ

روح کی ارتقاء کو بھی ضروری قرار دیا گیا ہے تا کہ عبد و معبود کے درمیان ایک سچا تعلق قائم رہ سکے۔ وقت کا تقاضہ ہے کہ درس قرآن کی طرح نہج البلاغہ اور صحیفہ کاملہ کے مطالعہ کا ایک با قاعدہ پروگرام ترتیب دیا جائے، خدا ہمیں نیک توفیقات سے سرفراز کرے۔

حوالے/کتابیات:

اس مقالے کی تدوین میں اسلامک کلچر اور ریسرچ ٹرسٹ کی شیخ مفید لائبریری سے استفادہ کیا گیا۔ علاوہ اس کے سید سبط احمد رضوی صاحب کی معاونت سے ولیم چٹک کے ترجمہ تک رسائی ممکن ہوسکی۔

(۱) سید علی مجتہد مترجم (۱۹۵۱) ترجمہ صحیفہ کاملہ، نظامی پریس لکھنو۔ (۲) مفتی جعفر حسین، مترجم (۱۳۷۹ھ) صحیفہ کاملہ، امامیہ کتب خانہ، لاہور۔ (۳) سید قائم رضا نسیم امروہوی، مترجم، صحیفہ کاملہ یعنی زبور آل محمد شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور۔ (۴) استاد مرتضیٰ حسین، مترجم (۱۹۶۲) مختصر صحیفہ کاملہ۔ ادارہ علوم آل محمد، لاہور۔ (۵) استاد مرتضیٰ حسین، مترجم، صحیفہ علویہ، شیخ غلام علی سنز، لاہور۔ (۶) سید علی نقوی، مترجم، صحیفہ سجادیہ کی عظمت، امامیہ مشن، لاہور۔ (۷) سید امیر امام حر۔ امام حریت حضرت علی ابن الحسین۔ مجلس امامیہ پاکستان، کراچی۔ (۸) علی اصغر، حقیقت دعا۔ ناشر سید محمد عباس رضوی، ملیر کراچی (۱۹۷۵)۔ (۹) سید احمد علی عابدی، مترجم (۱۹۸۲ء) حضرت امام زین العابدین۔ موسسہ در راہ حق، قم۔ (۱۰) ولیم۔ سی چٹک، مترجم (۱۹۸۷ء)۔The Psalms of Islam, Al-Sahifat Al-Kamilat-Sajjadiya محمدی ٹرسٹ، برطانیہ وائرلینڈ۔ (۱۱) اولاد حیدر فوق بلگرامی (۱۳۶۶ء) صحیفۃ العابدین، سوانح عمری امام زین العابدین، ولی العصر ٹرسٹ، جھنگ۔ (۱۲) ادارہ یادگار حسینی کونسل۔ صحیفہ حسینیہ، دعائیں حضرت امام حسین (ع)، کراچی (۱۹۹۲)۔ (۱۳) علامہ رشید ترابی، مجلس شام غریباں۔ عنوان دعا۔ ترابی کیسٹ (۱۹۷۱ء)۔ (۱۴) سید کمال حیدر رضوی، مجلس توشہ آخرت۔ (برمکان میر محمد علی) عنوان ''صحیفہ کاملہ اور جامعہ امام صادق'' (۱۹۹۸ء) کیسٹ۔

★★★★★

مصباح الہدیٰ اردو، مصباح الہدیٰ ہندی، طوبیٰ کے ممبر بنئے، دوستوں کو بھی ممبر بنایئے
اگر آپ کی ممبر شپ ختم ہوگئی ہے تو براہ کرم جلد روانہ کریں

امام سجادؑ کے آثار میں سکون واطمینان کے عوامل

عالیجناب مولانا منہال رضا خیرآبادی

خواہشات نفس امارہ کے شتر بے مہار کونکیل ڈالنا، امیدوں اور آرزوؤں کے حیوانی اثرات کوانسانی فطرت کے قابو میں کرنا، لمبی لمبی تمناؤں کے جانورانہ عمل پر آخرت ودنیا کے عملی اور اسلامی تصور سے لگام لگانا اور دنیاوی بے بنیاد امور کی دلچسپی کو اوامر ونواہی الٰہیہ کے اصول وضوابط سے تبدیل کردینا اور دنیا کو مزرعہ آخرت قرار دیکر بعد از موت کے ثواب وعقاب کا خیال نہ صرف ذہن میں لانا بلکہ عقلی ونقلی طریقہ کی پابندی کرتے ہوئے زندگی کو صراط مستقیم پر گامزن کرنا ایک انسان کا بنیادی فریضہ ہے۔

شاید ہی دنیا میں کوئی ایسا انسان ہو جو زحمت، پریشانی اور دشواری سے دوچار نہ ہوتا ہو اور اس کو دور کرنے کیلئے سہارے کی تلاش میں نہ رہتا ہو ظاہر ہیکہ محتاج انسان کسی محتاج کی ضرورت کو پورا نہیں کرسکتا ہے جب ہر ایک گرفتار بلا ومصائب ہوتا ہے اور مستغنی کوئی نہیں ہے تو فاقد شی معطی شی کیسے ہوسکتا ہے اس لئے ضرورت ہوتی ہے کہ انسان ایسی ذات سے رابطہ پیدا کرے جو خود کسی کا محتاج نہ ہو اور ساری کائنات اسکی محتاج ہو پھر اگر کسی ذات تک رسائی ممکن نہیں ہوتی ہے تو ایسے وسائل کی حاجت ہوتی ہے جو اسکی جائز اور صحیح تمناؤں کو غنی ومستغنی کی بارگاہ میں پہونچادے اور وہ ایسا بے نیاز ہو کہ اسکو عطا کرنے میں کسی طرح کے بخل اور کنجوسی کو دخل نہ ہو نہ اس کے خزانہ میں کمی آتی ہو بلکہ عطا کرنے سے روز بروز ہر آن اس میں اضافہ ہوتا رہتا ہو وہ ایک جانب خالق شی ہے تو دوسری طرف ہر شی پر قدرت رکھتا ہے "اللہ خالق کل شی۔ واللہ علیٰ کل شی قدیر۔ وللہ ملک السموات والارض" وغیرہ کی آیات اسکی دلیل ہیں۔

گناہوں اور خطاؤں میں ملوث رہنے والا جب ہر جانب سے مایوس ہوتا ہے تو بس ایک بارگاہ پروردگار عالم باقی رہتی ہے جسکی جانب لولگا تا ہے اور یہ دعا کا بہترین وقت ہوتا ہے، امام سجادؑ نے جن ناگفتہ بہ حالات کو اپنی عصمتی نگاہوں سے دیکھا تھا اور جس کا مشاہدہ اپنی امامتی نگاہوں سے کیا تھا وہ حالات کی ایسی ابتری تھی کہ جسمیں صرف دنیاوی مال ومنال اور جاہ وجلال پر نگاہ رکھی جارہی تھی عہد پیغمبرؐ تک کے لوگ دنیاوی لہو ولعب میں گرفتار ہو چکے تھے بعض لوگ دنیا سے بالکل بے تعلق ہو کر صرف ظاہری دینداری میں مشغول ہو گئے تھے اور کچھ صرف دنیاوی حرص وہوس کا شکار ہو گئے تھے اور جو کچھ ان کے ذہن میں خیال تھا وہ دنیا کا تھا ظاہر ہے کہ نہ صرف دین کے ظاہری امور پر عمل کرنے والے واقعی دیندار کہلانے کے مستحق تھے کہ وہ دنیاوی کھیتی سے رخ موڑ کر پھل اور نتیجہ کے طلبگار تھے اور جو صرف دنیاوی امور میں پھنسے تھے وہ سب کچھ دنیا ہی کو سمجھ رہے تھے اس کے بعد کی دنیا کا کوئی خیال اور وہاں کے حالات کا کوئی تصور ان کے دماغ میں نہیں آتا تھا اور اگر آتا بھی تھا تو اسے نسیامنسیا کر کے یا بالائے طاق رکھکر خود پسندی اور ہوسرانی میں مبتلا تھے۔

ارشاد مرسل اعظمؐ پہلے ہی سے اس مفہوم کا موجود تھا کہ "لا رھبانیۃ فی الاسلام" اسلام رہبانیت کو بالکل پسند نہیں کرتا ہے اور جو شخص دین کو چھوڑ کر دنیا میں لگا رہے وہ بھی کم سے کم مسلمان کہلانے کا مستحق نہیں ہو سکتا ہے ضرورت تھی تو اس بات کی کہ دنیا میں کاشت کرے اور آخرت میں پھل حاصل کرے برائی کا نتیجہ برا اور اچھائی کا صلہ اچھا ملتا ہے "فَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ۔ وَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ"
(زلزلہ: ۷،۸)

ایسے روح فرسا اور درد واندوہ سے بھرے ہوئے حالات میں ایک طرف اگر خوف وڈر کارفرما ہوتا ہے تو دوسری جانب امید کی ہلکی پھلکی لکیریں بھی نظر آتی ہیں اور خوف وامید کے ملے جلے جذبات کا پایا جانا ضروری بھی ہوتا ہے کیونکہ اس سے فکروں میں پختگی اور نظریات میں استحکام بھی پیدا ہوتا ہے اسکی بنا پر عمل کی تحریک جنم لیتی ہے اور نتیجہ میں انسان اپنی اعتقادی اور عملی زندگی کو سنوار لیتا ہے امامؑ اس مرحلہ کو بخوبی پہچانتے تھے تو ایسے مواقع کیلئے دعاؤں کو بھی ذریعہ بنایا اور انسانی زندگی کی راہنمائی فرمائی اور دونوں حالتوں کے درمیان توازن اور اعتدال پیدا کرتے ہوئے خدا کی بارگاہ سے رابطہ رکھنا ضروری قرار دیا۔ کیونکہ اگر محض خوف رہا تو مستقبل کو خوشگوار بنانے کا جذبہ کبھی کارفرما نہیں ہوگا اور اگر صرف امید کی شمع جھلملاتی رہی تو وہ ایسے خواب

دیکھنے لگتا ہے جسکی تعبیر کبھی حاصل نہیں ہوتی۔

امام محمد باقرؑ نے ارشاد فرمایا ہے: ہر مومن کے دل میں دو نور ہوتے ہیں ایک نور خوف اور دوسرے نور امید اسطرح اگر ان دونوں کو وزن کیا جائے تو دونوں ترازو کے پلڑے برابر ہونگے۔

خوف وامید تقریباً صحیفہ کی ہر دعا میں ملتے ہیں رحمت الٰہی کی امید اور عذاب خدا کے خوف سے ہر دعا معمور ہے۔"وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ، فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَىٰ" اور جس نے رب کی بارگاہ میں حاضری کا خوف پیدا کیا ہے اور اپنے نفس کو خواہشات سے روکا ہے، تو جنّت اس کا ٹھکانا اور مرکز ہے۔

(نازعات: ۴۰،۴۱)

دعاؤں میں امامؑ نے خوف کے اسباب اور امید کے محرکات کا بھی تذکرہ کیا ہے، امید کے اس بلند ترین مقام کی جانب اشارہ کرتے ہوئے امامؑ نے فرمایا:

"یہاں تک کہ تو نے مجھے اس حد تک پہونچا دیا جہاں میری صورت کی تکمیل ہوگئی پھر میرے اندر اعضاء وجوارح ودیعت کئے جیسا کہ تو نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے میں پہلے نطفہ تھا پھر منجمد خون ہوا پھر گوشت کا ایک لوتھڑا پھر ہڈیوں کا ڈھانچہ پھر ان ہڈیوں پر گوشت کی تہیں چڑھائیں پھر جیسا تو نے چاہا ایک دوسری طرح کی مخلوق بنادیا اور جب تیری روزی کا محتاج ہوا اور تیرے لطف واحسان کی دستگیری سے بے نیاز نہ رہ سکا تو تو نے اس بچے ہوئے کھانے پانی میں سے جسے تو نے اس کنیز کیلئے جاری کیا تھا جس کے شکم میں تو نے مجھے ٹھہرایا اور جس کے شکم میں مجھے ودیعت کیا تھا میری روزی کا سامان فراہم کیا"۔

خوف وامید کی اس مذکورہ کیفیت میں خاتمہ بالخیر کی دعا ہر ایک کرتا ہے امامؑ اس سلسلے میں ہدایت فرماتے ہوئے کہتے ہیں:

"اے وہ ذات جس کی یاد، یاد کرنے والوں کیلئے سرمایہ عزت، اے وہ جس کا شکر، شکرگزاروں کیلئے وجہ کامرانی، جس کی فرمانبرداری، فرمانبرداروں کیلئے ذریعہ نجات ہے۔ رحمت نازل فرما محمدؐ وآل محمدؐ اور انکی آل پر اور ہمارے دلوں کو اپنی یاد میں اور ہماری زبانوں کو اپنے شکریہ میں اور ہمارے اعضاء کو اپنی فرمانبرداری میں مصروف رکھکر ہر یاد و ہر شکریہ اور ہر فرمانبرداری سے بے نیاز کردے۔ اور اگر تو نے ہماری مصروفیتوں میں کوئی فراغت کا لمحہ رکھا ہے تو اسے سلامتی سے ہمکنار کر اسطرح کہ نتیجہ میں کوئی گناہ دامنگیر نہ ہو اور نہ خستگی رونما ہو، تاکہ برائیوں کے

لکھنے والے فرشتے اسطرح سے پلٹیں کہ نامہ عمل ہماری برائیوں کے ذکر سے خالی ہواور نیکیوں کے لکھنے والے فرشتے ہماری نیکیوں کو لکھکر مسرور وشادمان واپس ہوں اور جب ہماری زندگی کے دن بیت جائیں اور سلسلہ حیات منقطع ہوجائے اور تیری بارگاہ میں حاضری کا بلاوا آئے جسے بہرحال آنا ہے اور جس پر بہرصورت لبیک کہنا ہے، تو محمدؐ اور انکی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور ہمارے کاتبان اعمال ہمارے جن اعمال کو شمار کریں انمیں آخری عمل مقبول توبہ قرار دے کہ اس کے بعد ان گناہوں اور ہماری ان مصیبتوں پر جن کے ہم مرتکب ہوئے ہیں سرزنش نہ کرے اور جب اپنے بندوں کے حالات جانچے تو اس پردہ کو جو تو نے ہمارے گناہوں پر ڈالا ہے سب کے روبرو چاک نہ کرے، بیشک جو تجھے بلائے تو اس پر مہربانی کرتا ہے اور جو تجھے پکارے تو اسکی سنتا ہے''۔

(انجام بخیر ہونے کی دعا ترجمہ مفتی جعفر حسین صاحب)

امام سجادؑ نے غم والم سے نجات حاصل کرنے کیلئے یہ دعا تعلیم فرمائی ہے۔اس دعا کا ترجمہ بھی علامہ مفتی جعفر حسین صاحب نے اسطرح فرمایا ہے:

''اے رنج والم کے برطرف کرنے والے اور غم واندوہ کے دور کرنے والے اے دنیا وآخرت میں رحم کرنے والے اور دونوں جہانوں میں مہربانی کرنے والے تو محمدؐ اور انکی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور بے چینی کو دور اور میرے غم کو برطرف کردے اے اکیلے اے یکتا اے بے نیاز اے وہ جس کی کوئی اولاد نہیں اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے اور نہ اسکا کوئی ہمسر ہے میری حفاظت فرما اور مجھے گناہوں سے پاک رکھ اور میرے رنج والم کو دور کردے۔اس مقام پر آیۃ الکرسی اور سورۂ الناس، سورۂ الفلق اور سورۂ توحید پڑھو اور کہو بارالہا میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اس شخص کا سا سوال جس کی احتیاج شدید، قوت وتوانائی ضعیف اور گناہ فراوان ہوں ،اس شخص کی طرح سوال کرتا ہوں جسے اپنی حاجت کے موقع پر کوئی فریادرس، جسے اپنی کمزوری کے عالم میں کوئی پشت پناہ اور جسے تیرے علاوہ، اے جلالت والے اور بزرگی والے۔کوئی گناہوں کا بخشنے والا دستیاب نہ ہو، بارالہا میں تجھ سے اس عمل کی توفیق کا سوال کرتا ہوں جو اس پر عمل پیرا ہو تو اسے دوست رکھے اور ایسے یقین کا کہ جو اس کے ذریعہ تیرے فرمان قضا پر پوری طرح متیقن ہو تو اس کے باعث تو اسے فائدہ اور منفعت پہونچائے، اے اللہ محمدؐ اور انکی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور مجھے حق وصداقت پر موت دے اور دنیا سے میری حاجت اور ضرورت کا سلسلہ ختم کردے اور اپنی ملاقات کے جذبہ اشتیاق کی بنا پر اپنے یہاں کی

چیزوں کی طرف میری خواہش اور رغبت قرار دے اور مجھے اپنی ذات پر صحیح اعتماد وتوکل کی توفیق عطا فرما۔ میں تجھ سے سابقہ نوشتہ تقدیر کی بھلائی کا طالب ہوں اور سابقہ سرنوشت تقدیر کی برائی سے پناہ مانگتا ہوں، میں تیرے عبادت گزار بندوں کے خوف، عجز وفروتنی کرنے والوں کی عبادت توکل کرنے والوں کے یقین اور ایمانداروں کے اعتماد وتوکل کا تجھ سے خواستگار ہوں۔

بارالہا طلب وسوال میں میری خواہش اور رغبت کو ایسا ہی قرار دے جیسی طلب وسوال میں تیرے دوستوں کی تمنا وخواہش ہوتی ہے اور میرے خوف کو بھی اپنے دوستوں کے خوف کے مانند قرار دے اور مجھے رضا اور خوشنودی میں اسطرح برسرعمل رکھ کہ میں تیرے مخلوقات میں سے کسی ایک کے خوف سے تیرے دین کی کسی بات کو ترک نہ کروں۔ اے اللہ یہ میری حاجت ہے اس میں میری توجہ اور رغبت کو عظیم کر دے میرے عذر کو آشکارا کر اور اس کے بارے میں مجھے دلیل وحجت کی تعلیم عطا کر اور میرے جسم کو صحت وسلامتی بخش۔ اے اللہ جسے بھی تیرے سوا دوسرے پر بھروسہ یا امید ہو تو میں اس عالم میں صبح کرتا ہوں کہ تمام امور میں تو ہی اعتماد وامید کا مرکز ہوتا ہے لہذا جو امور بلحاظ انجام بہتر ہوں وہ میرے لئے نافذ فرما اور مجھے اپنی رحمت کے وسیلہ سے گمراہ کرنے والے فتنوں سے چھٹکارا دے اے تمام رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والے۔ اور اللہ رحمت نازل کرے ہمارے سید وسردار فرستادہ خدا محمد مصطفیٰؐ پر اور ان کی پاکیزہ آلؑ پر"۔

> انسان ایسی ذات سے رابطہ پیدا کرے جو خود کسی کا محتاج نہ ہو اور ساری کائنات اسکی محتاج ہو پھر اگر کسی ذات تک رسائی ممکن نہیں ہوتی ہے تو ایسے وسائل کی حاجت ہوتی ہے جو اسکی تمناؤں کو غنی کی بارگاہ میں پہونچادے۔

مذکورہ دعاؤں کے علاوہ بھی رحمت اور کرب وبے چینی سے دور ہونے کیلئے دعائیں وارد ہوئی ہیں جن کا تذکرہ مضمون کو طویل بنا دیگا لہذا ترک کر دیا گیا ہے لیکن ہفتہ کے دنوں میں جو دعائیں امام سجادؑ سے وارد ہوئی ہیں ان کو بعض صحیفہ سجادیہ کے نسخوں میں درج بھی کیا گیا ہے ان میں روزانہ کی

دعاؤں میں کوئی نہ کوئی حاجت بیان کی گئی ہے بلکہ ہر دن کے اعتبار سے حاجتوں کا تذکرہ اور رحمت ورافت کی دعا کی گئی ہے.

روز یکشنبہ کی دعا میں ارشاد ہوا ہے:

''اللہ میں تجھ سے ظلم وجور، زمانہ کے انقلابات، غموں کے پیہم ہجوم اور نازل ہونے والی مصیبتوں سے پناہ مانگتا ہوں۔۔۔۔تجھ سے ہی خواہشمند ہوں لباس عافیت پہنانے اور اسے اتمام تک پہونچانے کا اور سلامتی کے شامل حال ہونے اور اس کے دائم و برقرار رہنے کا۔۔۔۔اے اللہ میں تیری بارگاہ میں اس اتوار اور اس کے بعد کے اتواروں میں شرک و بے دینی سے بیزاری کا اظہار کرتا ہوں اور قبولیت کی خاطر خلوص نیت سے تجھ سے دعا کرتا ہوں۔

روز دوشنبہ کی دعا میں فرماتے ہیں: خدایا مجھے دوشنبہ کے دن اپنی جانب سے دو نعمتیں مرحمت فرما ایک یہ کہ اس دن کے ابتدائی حصہ میں تیری اطاعت کے ذریعہ سعادت حاصل ہو اور دوسرے یہ کہ اس کے آخری حصہ میں تیری مغفرت کے باعث نعمت سے بہرہ مند ہوں۔

روز سہ شنبہ کی دعا میں فرماتے ہیں: اس روز سہ شنبہ میں تین چیزیں عطا فرما۔

ا میرے کسی گناہ کو باقی نہ رہنے دے مگر یہ کہ اسے بخش دے۔

۲۔اور نہ کسی غم کو مگر یہ کہ اسے برطرف کردے۔

۳۔اور نہ کسی دشمن کو مگر یہ کہ اسے دور کرے، بسم اللہ کے واسطہ جو اللہ کے ناموں میں سب سے بہترین نام ہے۔میں تمام ناپسندیدہ چیزوں کا دفعیہ چاہتا ہوں جن میں اولی درجہ پر اسکی ناراضگی ہے اور تمام پسندیدہ چیزوں کو سمیٹ لینا چاہتا ہوں جن میں سب سے مقدم اسکی رضامندی ہے۔

روز چہارشنبہ کے بارے میں فرمایا کہ اے اللہ اس روز میری چار حاجتیں پوری کردے۔

ا۔اطمینان ہو تو تیری فرماں برداری میں۔

۲۔سرور ہو تو تیری عبادت میں۔

۳۔خواہش ہو تو تیرے ثواب میں۔

۴۔اور کنارہ کشی ہو تو ان چیزوں سے جو تیرے دردناک عذاب کا باعث ہیں بیشک تو جس چیز کیلئے

چاہے اپنے لطف کو کارفرما کرتا ہے۔

روز پنجشنبہ کے بارے میں فرمایا: اس روز میری پانچ حاجتیں برلا۔

۱۔ایسی سلامتی دے جس سے تیری فرمانبرداری کی قوت حاصل کرسکوں۔

۲۔ایسی توفیق عبادت دے جس سے تیرے ثواب عظیم کا مستحق ہوں۔

۳۔رزق حلال کی فراوانی اور خوف وخطر کے مواقع پر اپنے امن کے ذریعہ مطمئن کردے۔

۴۔غموں اور فکروں کے ہجوم سے اپنی پناہ میں رکھ۔

۵۔محمدؐ وآل محمدؐ پر رحمت نازل فرما اوران سے میرے توسل کو قیامت کے دن سفارش کرنے والا اور نفع بخشنے والا قرار دے۔

روز جمعہ کے بارے میں فرمایا: جب تک مجھے زندہ رکھا اپنے دین پر ثابت قدم رکھ اور جبکہ تو نے ہدایت کردی تو میرے دل کو بے راہ نہ ہونے دے۔

روز شنبہ کے بارے میں فرمایا: اپنی کتاب کے ذریعہ میرا سینہ کھول دے اور اسکی تلاوت کے وسیلہ سے میرے گناہ چھانٹ دے اور جان وایمان کی سلامتی عطا کردے اور جس طرح گزشتہ زندگی میں احسان کیا ہے بقیہ زندگی میں بھی مجھ پر احسانات کی تکمیل فرما۔

یہ مختصر تعارف ہے ان دعاؤں کا جو امام سجادؑ سے منسوب ہیں، گفتگو و بحث کے مقامات تو بہت ہیں مگر میری کم علمی و بے مایگی قاصر ہے۔کاش کوئی صاحب علم وادراک قلم بدست اس میدان میں قدم رکھکر ان دُرہائے شاہوار کو ملت جعفریہ کے لئے تراش کر پیش کرنے کی عظیم ذمہ داری ادا کرے تو ایک عظیم خزانہ جس سے ملت دور ہے آشنا و بہرہ مند ہوجائیگی۔

والسلام علی من اتبع الھدیٰ

★★★★★

غربا و مساکین کی سرپرستی

ابوحمزہ ثمالی سے مروی ہے کہ علی بن الحسینؑ راتوں کو اشیائے خورد ونوش اپنے کاندھے پر رکھ کر اندھیرے میں خفیہ طور پر غربا اور مساکین کو پہنچا دیتے تھے اور فرمایا کرتے تھے: ’’جو صدقہ اندھیرے میں دیا جائے وہ غضب پروردگار کی آگ کو بجھا دیتا ہے۔‘‘

امام سجاد اور
جہاد پر حج کی فضیلت کا فلسفہ

عالیجناب مولانا سید مراد رضا رضوی صاحب

۱۴۳۸ ہجری چہاردہ صد سالہ جشن میلاد امام علی بن الحسین زین العابدین علیہ السلام ہے، ہمارے ہندوستان کے مختلف ثقافتی ادارے، مجلّات، ماہنامہ، فصل نامہ، اور مدارس علمیہ امام علیہ السلام سے اپنی محبت کو مختلف پہلوؤں سے ظاہر کررہے ہیں درحقیقت اس قسم کی خاص مناسبتیں ہمیں خواب غفلت سے بیدار کرنے کے لئے بہترین لمحات ہیں۔امام علیہ السلام کی زندگی کے مختلف رخ پر توجہ ہمیں دور حاضر میں داخلی اور بیرونی دشمنوں سے محفوظ رکھنے کا بہترین ذریعہ ہے۔

ہمارا معاشرہ حج کے فیوض وبرکات سے بے حد محروم ہے۔سال گزشتہ حقیر کو حج پر جانے کی توفیق نصیب ہوئی۔ہندوستان کو ایک لاکھ افراد سے کم کا کوٹہ ملا تھا اس میں شیعوں کی کل تعداد ۲۰۰۰ سے بھی کم تھی۔کیا ہندوستان میں شیعہ افراد مستطیع نہیں ہیں یا بے جا توہمات اور غفلت نے ہمیں اتنی عظیم عبادت سے محروم کررکھا ہے؟ حقیقت یہی ہے کہ غفلت اور استطاعت کی غلط تاویلات نے ہماری زندگی کو کفر معنوی سے قریب کردیا ہے(کہ شرائط موجود ہونے کے باوجود حج پر نہ جانے والے کو سورہ آل عمران کی آیت نمبر ۹۷ میں کافر کہا گیا ہے)

امام زین العابدین علیہ السلام کی ولادت کی چودھویں صدی کے موقع پر امام علیہ السلام کا حج سے عشق اور سفر حج میں حجاج کرام کی خدمت کا جذبہ ہمیں حج کے فیوض وبرکات سے بہرہ مند کرسکتا ہے۔

حج اور جوانی

ہمارے معاشرہ کے نوے فیصد حاجی سن رسیدہ ہوتے ہیں۔ جبکہ بڑھاپے میں حج اگر صحیح طریقہ سے انجام بھی پائے تب بھی اکثر روح حج سے عاری ہوتا ہے کیونکہ حج کی لذت جوانی میں دوآتشہ ہے۔ امام زین العابدین علیہ السلام کو حج سے اتنا زیادہ عشق تھا کہ حج واجب ہونے سے پہلے آپؑ نے پاپیادہ حج انجام دیا۔ ایسے زمانے میں حج انجام دیا کہ ہمارا معاشرہ تو دور کی بات ہے اس زمانے کے بڑے بڑے عارفوں کو یقین نہیں آرہا تھا کہ یہ بچہ تنہا، پاپیادہ سفر حج کیسے انجام دے گا۔ اس واقعہ کو ابن شہرآشوب نے مناقب میں نقل کیا ہے۔ اس کے علاوہ علامہ مجلسی نے بحارالانوار میں بھی ذکر کیا ہے۔ میں مناقب سے اس سے واقعہ کو بیان کرتا ہوں۔

''ابراہیم بن ادہم اور فتح موصلی کا بیان ہے کہ ہم لوگ ایک قافلہ کے ساتھ حج پر روانہ تھے کہ راستہ میں کچھ ضرورت کے پیش نظر ہم قافلہ سے کنارہ کش ہوگئے۔ صحرا میں ہم لوگ مقصد کی طرف گامزن تھے کہ ناگہاں ایک بچہ کو رواں دواں دیکھا۔ میں نے کہا سبحان اللہ یہ بے آب و گیاہ صحرا اور یہ رواں دواں بچہ؟ پس میں اس کے قریب گیا اور اسے سلام کیا تو اس نے سلام کا جواب دیا۔ میں نے اس سے پوچھا کہاں کا ارادہ ہے؟ اس نے کہا: ''ارید بیت ربی'' میں اپنے رب کے گھر کا ارادہ رکھتا ہوں۔

میں نے کہا: میرے محبوب تم ابھی بچے ہو تم پر حج نہ ابھی واجب ہے نہ مستحب۔ اس بچے نے کہا: ''یا شیخ ما رایت من هو اصغر سنا منی مات'' اے بزرگوار کیا آپ نے نہیں دیکھا ہے کہ جو لوگ سن میں مجھ سے کم ہیں وہ بھی دنیا سے رخصت ہوجاتے ہیں۔

میں نے کہا: پس تمہارا زادوتوشہ کہاں ہے؟ بچے نے کہا: ''زادی تقوای و راحلتی رجلایی و قصدی مولای'' میرا زادوتوشہ تقویٰ ہے، میری سواری میرے دونوں پیر اور میرا مقصد میرا مولا ہے۔

میں نے کہا: ''میں تو تمہارے ساتھ کوئی کھانا نہیں دیکھ رہا ہوں بچے نے کہا: ''یا شیخ هل یستحسن ان یدعوک انسان الی دعوة فتحمل من بیتک الطعام'' اے بزرگوار کیا یہ مناسب ہے کہ آپ کو کوئی اپنے گھر دعوت پر بلائے اور آپ اپنے گھر سے کھانا ڈھو کر لے جائیں۔ میں نے کہا نہیں۔ بچے نے کہا: ''الذی دعانی الی بیته هو یطعمنی هو یسقینی'' جس نے مجھے اپنے گھر بلایا

ہے وہ وہی ہے جو مجھے کھانا بھی کھلاتا ہے اور پانی بھی پلاتا ہے۔

میں نے کہا: اچھا تیز قدم بڑھاؤ تا کہ مقصد تک پہنچ جاؤ۔ بچے نے جواب: "علیَ الجهاد وعلیه الابلاغ" میرا کام کوشش کرنا ہے۔ اس کا کام پہنچانا ہے "اما سمعت قوله تعالی" وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ" کیا تم نے خدائے تعالی کا یہ قول نہیں سنا ہے کہ جو لوگ ہماری راہ میں کوشش کرتے ہیں ہم ان کے لئے راستہ بناتے ہیں۔ اور اللہ نیکو کاروں کے ساتھ ہے۔ (عنکبوت:۶۹)

ابھی میں اس بچے سے بات ہی کر رہا تھا کہ ایک حسین وجمیل جوان سفید لباس میں ملبوس سامنے آیا اور اس بچے سے معانقہ کرتے (گلے ملتے) ہوئے سلام کیا۔ پس میں اس جوان کے پاس گیا اور اس سے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے تمہیں حسین وجمیل بنایا ہے۔ مجھے بتاؤ کہ یہ بچہ کون ہے؟

اس جوان نے کہا: ارے تم نے اسے نہیں پہچانا یہ علی بن الحسین بن علی ابن ابی طالبؑ ہیں۔

پس میں نے جوان کو چھوڑ کر اس بچے کی طرف رخ کیا اور اس سے پوچھا: تمہیں تمہارے آباء واجداد کی قسم ہے مجھے بتادو کہ یہ جوان کون تھا؟ بچے نے جواب دیا: "اما تعرفه هذا اخی الخضر یاتینا کل یوم فیسلم علینا" ارے آپ نے انہیں نہیں پہچانا یہ ہمارے بھائی خضر ہیں یہ روز آنہ ہمارے پاس آتے ہیں اور ہمیں سلام کرتے ہیں۔ میں نے کہا: تمہیں تمہارے آباء واجداد کی قسم ہے کہ مجھے بتادو کہ تم اس بے آب وگیاہ صحرا کو کیسے طے کرو گے؟

بچے نے جواب دیا: کیوں نہیں میرے پاس زاد وتوشہ ہے اور میرا توشہ چار چیزیں ہیں "بلی اجوز بزادو زادی فی اربعة اشیاء" میں نے پوچھا وہ چار چیزیں کیا ہیں؟ انہوں نے جواب دیا:

۱۔ "اری الدنیا بحذا فیرها مملکة الله" میں دنیا کو اس کی ساری نعمتوں کے ساتھ خدا کی مملکت سمجھتا ہوں۔

۲۔ "واری الخلق کلهم عبید الله و امائه وعیاله" میں تمام مخلوقات کو اللہ کا بندہ، کنیز اور عیال سمجھتا ہوں۔

۳۔ "واری الاسباب والرزق بید الله" میں تمام اسباب ورزق کو اللہ کے ہاتھ میں سمجھتا ہوں۔

۴۔ ”واری قضاء اللہ نافذ فی کل ارض اللہ“ اور میں قضائے الٰہی کو اللہ کی ساری زمین میں نافذ سمجھتا ہوں۔

میں نے عرض کیا: ”نعم الزاد زادک یا زین العابدین“۔آپ ہی کا توشہ بہترین توشہ ہے اے زین العابدین علیہ السلام، اس زاد وتوشہ کے ذریعہ سے تو آپ آخرت کے سنگین مراحل طے کر سکتے ہیں دنیا کے بے آب گیاہ صحرا کی کیا حقیقت ہے۔

(مناقب آل ابی طالب علیہم السلام، محمد بن علی بن شہر آشوب ج ۴، ص ۱۳۷)

اس واقعہ میں فقہ الحدیث کے بہت سارے نکات موجود ہیں۔لیکن طوالت کے خوف سے ان سب سے صرف نظر کیا جاتا ہے۔نوجوانی کے عالم میں امام علیہ السلام کا حج سے عشق اور خدا کے گھر کا اشتیاق کتنا زیادہ تھا اسے واضح کرنے کے لئے یہ واقعہ پیش کیا گیا ہے لیکن یہ عشق کتنا ہی زیادہ کیوں نہ ہو کبھی بھی مستحب حج جہاد سے برتر نہیں ہوسکتا ہے۔

سوال یہی ہے کہ امام علیہ السلام نے کس طرح حج کو جہاد پر فضیلت دی ہے۔یہ وہ سوال ہے جس کی تحقیق سے بہت سارے سربستہ راز سے پردے خود بخود ہٹ جاتے ہیں اور جہاد کی حقیقت واہمیت کا اندازہ نیز نام نہاد جہاد کا پردہ فاش ہوتا ہے۔

حقیقی جہاد اور نام نہاد جہاد

دین اسلام کا ایک اہم حکم، خدا کی راہ میں جہاد ہے۔اس مبارک، مقدس اور دشمن شکن عبادت کو ماضی میں حکمراں جماعت نے اپنے فوائد میں لڑانے اور جغرافیائی حدود میں اضافے کی خاطر لشکر کشی کا نام جہاد رکھ دیا جس میں ہزاروں بے گناہوں کی جانیں قربان ہوئیں ماضی کی ایجاد کردہ غلط فہمی ہی کو آج کے ننگ انسانیت درندوں سے بدتر افراد قتل وغارت گری کا نام جہاد دے کر دین اسلام کو بدنام کر رہے ہیں۔اور مغربی طاقتیں اپنے مطلبی افکار کے پیش نظر انہیں غلط مفاہیم کو رائج کر کے دین اسلام کو برباد کرنے کی بھرپور کوشش کر رہی ہیں۔جبکہ جہاد وہ ہے جسے قرآن مجید اور اس کے حقیقی مفسرین پیغمبر اکرمؐ اور ان کی عترت اطہار علیہم السلام نے بیان کیا ہے۔

اگر قرآن مجید میں جہاد سے متعلق آیتوں کو تحقیقی نگاہ سے دیکھا جائے تو جہاد بمعنای قتال وجنگ

سے متعلق آیات بہت کم ہیں۔زیادہ تر آیتیں جہاد بازبان سے متعلق ہیں جو ہدایت وارشاد ورہنمائی ہے۔
لیکن ساری دنیا پر حکومت کا خواب دیکھنے والی حکمراں جماعت نے رسول اکرمؐ کے بعد سے آج تک ہر لشکر کشی وقتل وغارت گری کا نام جہاد رکھ دیا اور ماضی کے انھی لٹیروں کی نسل نے آج داعش، النصرہ اور دیگر دہشت گرد تنظیموں کے حوصلے بڑھائے ہیں جنہوں نے دہشت گردی کو جہاد کا نام دیدیا ہے۔ جس کے نتیجے میں مسلمانوں کو بدنام کرنے والی تنظیمیں کبھی مسلمانوں کی صورت بنا کر اس قتل وغارت گری کی تائید کرتی ہیں بلکہ ان کے لئے اسلحے فراہم کرتی ہیں بلکہ خود مظلوموں اور بے گناہوں پر حملہ کرتی ہیں۔اور کبھی دہشت کے دلدل میں دھنسے دہشت گرد ٹولے اس مقدس کلمہ ''جہاد'' کی توہین کرتے ہیں۔
امام زین العابدین علیہ السلام نے جس گھٹن کے ماحول میں امامت کی باگ ڈور سنبھالی ہے اس میں مدینہ جیسا شہر بے دینی کا مرکز بن چکا تھا۔اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ ساری بے دینی کو دین کے نام پر انجام دیا جارہا تھا کیونکہ بنی امیہ کا سب سے اہم کام یہ تھا کہ عوام کو نیک اعمال کی طرف تو متوجہ کرتے تھے لیکن یہ نہیں بتاتے تھے کہ کون سی چیزیں نیک اعمال کو برباد کردیتی ہیں۔نتیجتاً عوام نماز بھی پڑھتی تھی حتیٰ مستحبی نمازیں بھی جماعت سے پڑھتی تھیں جو بدعت ہے لیکن بڑی آسانی سے عیش ونوش کی بزم میں شرکت بھی کرتی تھی، سود کا بازار بھی گرم تھا، حرام کاریاں بھی عروج پر تھیں لیکن کوئی اسے برا نہیں سمجھتا تھا۔اسی طرح لشکر کشی، کشور کشائی، دوسرے ملک پر قبضہ اور اسی قسم کے دیگر کاموں کو با آسانی جہاد کا نام دیا جاتا تھا اور کوئی متوجہ بھی نہ تھا کہ سمجھ سکے کہ یہ جہاد نہیں حکمرانی کی ہوس اور دنیا طلبی کی گھناؤنی علامت ہے۔

> امام زین العابدین علیہ السلام کی ولادت کی چودہویں صدی کے موقع پر امام علیہ السلام کا حج سے عشق اور سفر حج میں حجاج کرام کی خدمت کا جذبہ ہمیں حج کے فیوض وبرکات سے بہرہ مند کرسکتا ہے۔

ایسے ماحول میں عبادت گزار افراد بھی حقیقت عبادت سے عاری ان جنگوں میں شرکت کو

عبادت سمجھتے تھے لیکن امام زین العابدین علیہ السلام جن کی ذمہ داری خالص اسلام کو دنیا تک پہنچانا تھا وہ چاہتے ہوئے بھی علی الاعلان ان کی حقیقتوں کو طشت از بام نہیں کر سکتے تھے۔ ایسے ماحول سے دور رہنے کے لئے خدا کے گھر کا رخ کرتے ہوئے غیر مستقیم طریقہ سے خالص اسلام کی نشر و اشاعت میں مشغول رہتے تھے۔ سمجھنے والے بعض عقل سے عاری افراد امام علیہ السلام پر اعتراض کرتے تھے کہ آپؑ جہاد پر کیوں نہیں جاتے تو ایسے لوگوں کو امامؑ کا جواب تھا: ''حج جہاد سے افضل ہے۔''

انہی شیفتہ و فریفتہ افراد میں سے ایک عباد بن کثیر بصری ہے جو اس زمانے میں زہد و تقویٰ سے معروف تھا لیکن ذہنی لحاظ سے اتنا پست تھا کہ وہ امام علیہ السلام پر اعتراض کرتا ہے کہ آپؑ جہاد جیسی فضیلت چھوڑ کر حج پر کیوں جا رہے ہیں؟ امام علیہ السلام نے اسے جو جواب دیا ہے وہ تمام نام نہاد جہاد کی حقیقت کو فاش کر دیتا ہے۔

اس واقعہ کو امام جعفر صادق علیہ السلام نے نقل کیا ہے جسے ثقۃ الاسلام کلینیؒ نے علی بن ابراہیم قمی سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے عثمان بن عیسیٰ سے انہوں نے سماعہ سے انہوں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: ''لقی عباد البصری علی بن الحسین فی طریق مکة فقال له: یا علی بن الحسین ترکت الجهاد و صعوبته و اقبلت علی الحج و نیته۔ ان الله عزوجل یقول: " إِنَّ اللَّـهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّـهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ وَالْقُرْآنِ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّـهِ فَاسْتَبْشِرُوا بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُم بِهِ وَذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ'' (توبہ ۱۱۱)

''فقال له علی ابن الحسین علیہ السلام: اتم الآیه فقال التَّائِبُونَ الْعَابِدُونَ الْحَامِدُونَ السَّائِحُونَ الرَّاكِعُونَ السَّاجِدُونَ الْآمِرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّاهُونَ عَنِ الْمُنكَرِ وَالْحَافِظُونَ لِحُدُودِ اللَّـهِ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ {توبہ ۱۱۲} فقال علی بن الحسین اذا رانا هولاء الذین هٰذا صفتهم فالجهاد معهم افضل من الحج''

عباد بصری نے مکہ کے راستے میں علی بن الحسین علیہ السلام سے ملاقات کی پس آپؑ سے کہا آپؑ نے جہاد اور اس کی مشکلات کو چھوڑ کر حج اور اس کی آسانیوں کی طرف رخ کیا ہے، جبکہ خدائے عزوجل

فرماتا ہے: اس میں تو شک ہی نہیں کہ خدا نے تمام مومنین سے ان کی جانیں اور ان کے اموال اس بات پر خرید لئے ہیں کہ (ان کی قیمت) ان کے لئے بہشت ہے (اسی وجہ سے) یہ لوگ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں تو مارتے ہیں اور خود بھی مارے جاتے ہیں۔ یہ پکا وعدہ ہے (جس کا پورا کرنا) خدا پر لازم ہے اور ایسا پکا ہے کہ توریت و انجیل اور قرآن (سب) میں لکھا ہوا ہے اور اپنے وعدہ پورا کرنے والا خدا سے بڑھ کر کون ہے۔ تو تم اپنی خرید و فروخت سے جو تم نے خدا سے کی ہے خوشیاں مناؤ۔ یہی تو بڑی کامیابی ہے۔"

امام علیہ السلام نے عباد بصری کو جواب دیا: یہ آیت مکمل کرو۔ خدائے متعال کا فرمان ہے:"
یہ لوگ توبہ کرنے والے، عبادت گزار، خدا کی حمد و ثنا کرنے والے، اس کی راہ میں سفر کرنے والے، رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے، نیک کام کا حکم دینے والے اور برے کاموں سے روکنے والے اور (اے رسول) ان مومنین کو (بہشت) کی خوشخبری دے دو۔"

پس امام زین العابدین نے فرمایا کہ "جب میں ان لوگوں کو ان اوصاف کا مالک سمجھوں گا تب جہاد حج سے افضل ہوگا۔۔" (کافی جلد ۵ ص ۲۲ کتاب الجہاد، باب ۶ جلد ۱)

اس حدیث میں امام علیہ السلام نے ایک جملہ سے حقیقت جہاد کو بھی آشکار کر دیا اور دنیا طلب حکمرانوں کی لشکرکشی کی بھی حقیقت کو فاش کر دیا ساتھ ہی ساتھ اپنے زمانے کی گھٹن کو بھی واضح کر دیا کہ آپؑ کھل کر بیان نہیں کر پائے کہ بنی امیہ کے لشکر میں جا کر لڑنا ظلم و جور کی مدد کرنا ہے۔ بلکہ اس کو بند لفظوں میں یوں بیان کیا کہ اگر انسان میں توبہ، عبادت، حمد و ثنا الٰہی، راہ خدا میں سیر و سیاحت، رکوع، سجدہ، نیک کرداری، نیکی دعوت اور برائی سے روکنے کے اوصاف حمیدہ موجود ہوں تب اس کے ہمراہ تلوار سے جہاد حج سے برتر ہے لیکن جب ظلم و جور کا بازار گرم ہو اور بربریت و بہیمت حاکم ہو تو ایسی صورت میں نام نہاد جہاد سے پیچھا چھڑانے اور ظلم کی مدد نہ کرنے کا بہترین راستہ یہی ہے کہ انسان خدا کی بارگاہ میں راز و نیاز کے لئے خدا کے گھر میں ظلم کی نابودی کی دعا کرے۔

امام زین العابدین علیہ السلام نے ان لوگوں کو مجاہد تسلیم کیا ہے جو قرآن کی بیان کردہ ۹ صفتوں کے مالک ہوں کہ ایسے افراد معصوم کی اجازت کے بغیر یا زمان غیبت میں فقیہ جامع الشرائط کے اجازت کی بغیر کبھی بھی تلوار نہیں اٹھائیں گے۔ اگر ان نو اوصاف پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ مجاہد وہ

نہیں ہے جوتلوار چلانے کو ہنر جانے اور بے گناہوں کو درندگی کے ساتھ پیوند خاک بنا کر خوش ہو بلکہ مجاہدوہ ہے جوفردی اور اجتماعی دونوں زندگی میں خدا سے رابطہ کو بنیادی ستون سمجھتا ہے اسی لئے ایسے لوگوں کی نویں صفت محافظت حدود الٰہی ہے۔جغرافیائی حدود میں اضافہ کشور کشائی اور دنیا طلبی حدود الٰہی کی بے حرمتی اور پامالی ہے۔

امام زین العابدین علیہ السلام نے عباد بصری کو ایک جملہ میں خاموش کردیا کہ تم جن لوگوں کے ہمراہ جنگ پر جانے کو جہاد کہہ رہے ہو ان کے ہمراہ تلوار اٹھانے سے بہتر حج پر جانا ہے۔کیونکہ ان کے ہاتھوں مظلوموں کا خون بہا کر اپنی باطنی درندگی کوسکون عطا کیا جاتا ہے۔

لہٰذا جب ایسے اوصاف حمیدہ کے افراد میسر ہوجائیں گے جو دوسروں کو قتل کرنے سے پہلے اپنے نفس کے اصنام کو توڑنے کی صلاحیت رکھیں گے اور پھر اس برباد صنم کدے کو توبہ کے پانی سے دھوکر تائب بن کر عبادت کے ذریعہ خانہ دل کو آباد کر کے اس میں حمد وثنائے الٰہی کی قندیلیں لگائیں گے اور مسجدوں میں مسلسل رفت وآمد کے ذریعہ سیر وسیاحت کی حقیقی تصویر پیش کر کے نت نئے گلہائے تازہ کے ذریعہ اپنے خانہ دل کو مسلسل عطر بیز رکھیں گے جس میں رکوع وسجود کے گلہائے محمدی یعنی گلاب بندگی کی بھینی بھینی خوشبو سے فضائے دل مخمور ہوگی تب ان میں دوسروں کو بھی اچھا بنانے کا شوق پیدا ہوگا جس کے نتیجے میں وہ لوگوں کو نیکی کی دعوت دیں گے اور برائیوں سے روکیں گے اس طرح وہ سارے سماج میں حدود الٰہی کے محافظ ہوں گے جس کے نتیجے میں سماج ومعاشرہ کی پر کیف فضا صاحب ایمان کے لئے بشارت وخوشخبری کا پیغام سنائے گی۔معاشرے سے قتل وغارت گری کا خاتمہ ہوگا اور محبت وعطوفت ورافت وہمدردی کی فضا قائم ہوگی۔

امام زین العابدین علیہ السلام کی ولادت باسعادت کی چودھویں صدی کے موقع پر اگر یہی ایک پیغام چودہویں رات کے چاند کی طرح ساری دنیا میں منتقل ہوجائے تو اسلامی انسانی معاشرے کو وہ غیر مترقبہ نعمت میسر ہوگی جس کے سامنے ہفت اقلیم کی حکمرانی بھی ہیچ ہے۔

خدایا اہلبیت اطہارؑ کے تمام چاہنے والوں کو جوانی میں حج کی توفیق عطا فرما۔

★★★★★

رشتہ داروں کے حقوق امام سجادؑ کی نظر میں

عالیجناب مولانا سید سجاد حیدر صفوی صاحب

جب ہم امام سجادؑ کی زندگی اوران کی سیرت کا جائزہ لیتے ہیں تو آپؑ کی زندگی میں کچھ چیزیں بہت نمایاں نظر آتی ہیں جو دیگر ائمہ کے یہاں اس طرح سے دکھائی نہیں دیتیں جس کی بنیادی اوراہم وجہ ہرامامؑ کے زمانے کے خاص حالات اور تقاضے ہیں ورنہ ائمہ نور واحد ہیں جن کی فکرایک، راستہ ایک اور مقصد ایک ہے، اب جس کے زمانے میں جیسے حالات رہے ہیں اسی اعتبار سے ائمہؑ نے اپنی ذمہ داریوں کوانجام دیا ہے۔

امام سجادؑ کے زمانے کے حالات اتنے پیچیدہ ہیں اورزمانہ اتنا پرآشوب ہے کہ امامؑ کھل کرمکتب اہلبیتؑ کی تبلیغ وترویج کا کام نہیں کر سکتے۔اس لئے امام سجادؑ تمام حالات کا جائزہ لینے کے بعدمحراب و منبرکو میدان نبرد بناتے ہیں اور بنی امیہ کی اسلام مخالف اور اہلبیتؑ کی دشمن پر مبنی پروپیگنڈہ مشینری کے خلاف خاموش جہاد کرتے ہیں۔

بنی امیہ نے اسلام کا چہرہ اس طرح سے مسخ کر دیا تھا کہ لوگ اصل اسلام ہی کو بھلا چکے تھے اور اسلامی اخلاق و اقدار کی اس طرح دھجیاں اڑائیں کہ معاشرہ اخلاقی پستی میں اتر چکا تھا۔حقوق اس طرح پائمال کئے کہ گویا خدانے کسی کی گردن پر کسی کا کچھ حق رکھا ہی نہ ہو۔اورانسانیت اس طرح اسلامی معاشرے سے رخت سفر باندھ چکی تھی کہ جانور بھی ایسے انسانوں کے مقابل اپنے جانور ہونے

پر فخر محسوس کرتے تھے۔

ایسے ماحول میں امام زین العابدین، سید الساجدین ایک منفرد راستہ اپناتے ہیں اور دعاؤں اور وعظ و نصیحت کو اسلام کی تبلیغ کا ذریعہ بناتے ہیں۔ دعاؤں کے ذریعہ امامؑ اسلامی آئیڈیالوجی، اسلامی عقائد، اسلامی اخلاق و اقدار کی تعلیم دیتے ہیں اور رسالہ حقوق مدوّن کر کے پورے انسانی معاشرے کے لئے حقوق انسانی کا ایک توحیدی منشور پیش کرتے ہیں جس میں خدا سے لیکر بندگان خدا تک کے سبھی بنیادی حقوق کو بیان کیا گیا ہے۔ یہاں تمام حقوق کو فہرست وار بھی بیان نہیں کیا جا سکتا چہ جائیکہ ان پر کچھ روشنی ڈالی جائے لہٰذا اس مختصر تحریر میں صرف ''اہل خانہ اور رشتہ داروں کے حقوق'' سے متعلق امامؑ کے نورانی کلام کو پیش کیا جا رہا ہے۔

ماں کا حق

قرابتداروں میں سب سے پہلے امامؑ نے انسان کی گردن پر اس کی ماں کے حقوق بیان کئے ہیں۔ اگر چہ ماں باپ دونوں ہی انسان کے دنیا میں آنے کا ذریعہ ہیں اور انسانی تخلیق میں دونوں کا اپنا اپنا کردار ہے لیکن ماں کو بہر حال باپ پر ایک درجہ فضیلت اور فوقیت دی گئی ہے اس لئے ماں کا تذکرہ بھی اکثر پہلے ہوتا ہے۔

امامؑ فرماتے ہیں:

''فحق أمك: أن تعلم أنها حملتك، حيث لا يحمل أحد أحداً، و أطعمتك من ثمرة قلبها ما لا يطعم أحد أحداً.. و أنها وقتك بسمعها و بصرها، و يدها و رجلها و شعرها و بشرها، و جميع جوارحها، مستبشرة بذلك، فرحة موبلة.. محتملة لما فيه مكروهها، و ألمها، و ثقلها و غمها.. حتى دفعتها عنك.......فتشكرها على قدر ذلك، و لا تقدر عليه إلا بعون الله و توفيقه...''

تمہاری ماں کا تم پر یہ حق ہے کہ

۱۔ یہ بات تم اچھی طرح جان اور سمجھ لو کہ اس نے وہاں تمہاری دیکھ ریکھ کی جہاں کوئی کسی کی دیکھ ریکھ نہیں کرتا۔

۲۔ اور اپنے دل سے وہ چیز تمہیں دی ہے جو کوئی کسی کو نہیں دیتا۔

۳۔ اس نے اپنی آنکھوں، کانوں، ہاتھوں، پیر، بالوں، کھال اور اپنے پورے وجود سے خوشی اور مرضی کے ساتھ تمہاری حفاظت کی ہے

۴۔ اور تمہارے لئے ہر طرح کی سختی، مشکل، غم اور پریشانی کو برداشت کیا ہے۔

۵۔ وہی تمہیں اس دنیا میں لائی ہے ۔

۶۔ اب تمہارا اتنا دھیان رکھتی ہے کہ خود بھوکی رہتی ہے لیکن تمہیں کھلاتی ہے،

۷۔ تمہیں اچھے کپڑے پہناتی ہے چاہے خود نہ پہنے،

۸۔ خود پیاسی رہتی ہے لیکن تمہیں اچھی طرح پلاتی ہے،

۹۔ خود دھوپ میں رہتی ہے لیکن تم پر سایہ کرتی ہے،

۱۰۔ خود تکلیفیں برداشت کرتی ہے لیکن تمہیں آرام میں رکھتی ہے،

۱۱۔ خود راتوں کو جاگتی ہے لیکن تمہیں سکون سے سلاتی ہے۔

۱۲۔ اس کا پیٹ تمہارے لئے بہترین گھر،

۱۳۔ اس کی گود تمہارے سکون کی جگہ،

۱۴۔ اس کا سینہ تمہاری بھوک اور پیاس مٹانے کا بہترین ذریعہ ہے۔

۱۵۔ وہ تم پر اپنی جان قربان کرتی ہے،

۱۶۔ دنیا کے ہر ٹھنڈے اور گرم (مشکلات) کو تمہارے لئے سہہ لیتی ہے۔(ایسی ہے تمہاری ماں)

۱۷۔ اس لئے تمہیں اس کے لئے خدا کا شکر ادا کرنا چاہیے،

۱۸۔ لیکن تم اس کا شکر ادا کر ہی نہیں کر سکتے جب تک خود خدا تمہیں اس کی توفیق نہ دے۔

بظاہر امام سجادؑ نے یہاں ماں کے لئے کوئی خاص حق بیان نہیں کیا ہے بلکہ ماں کیا ہے؟ اس کی عظمت کیا ہے؟ ایک ماں انسان کے لئے کیا کرتی ہے؟ کس طرح ایثار و قربانی کرتی ہے؟ یہی ہمیں سمجھایا ہے اور احساس دلایا ہے کیونکہ بنیادی چیز یہی احساس ہے جو آج ہمارے درمیان سے رخصت ہوا جا رہا ہے۔ انسان کو اگر ماں کی عظمت کا اور اس کی جانفشانیوں کا احساس ہو جائے تو وہ خود بخود اس کا احترام بھی کرے گا اور اس کے وجود کی قدر بھی کرے گا۔ اس نعمت عظمیٰ کے لئے خدا کا شکر بھی کرے گا

اوراس شکر کو عملی جامہ پہنانے کے لئے ماں کے ساتھ نیک برتاؤ اوراس کی خدمت بھی انجام دے گا۔

باپ کا حق

ماں کے بعد انسان کی گردن پر جس کا حق ہے وہ باپ ہے کیونکہ وہی اس کے وجود میں آنے کا ذریعہ ہے۔ باپ کے حقوق کے تئیں امامؑ فرماتے ہیں:

" وأما حق أبيك فتعلم أنه أصلك، وأنك فرعه، وأنك لولاه لم تكن، فمهما رأيت في نفسك مايعجبك.. فاعلم أن أباك أصل النعمة عليك فيه، وأحمد الله واشكره على قدر ذلك، ولا قوة إلا بالله..."

تمہارے باپ کا یہ حق ہے کہ

۱۔ یہ بات اچھی طرح جان لو کہ تم اسی کی نسل سے ہو۔

۲۔ وہ تمہارے لئے جڑ کی حیثیت رکھتا ہے اور تم اس کی شاخ ہو۔ اگر وہ نہ ہوتا تو تم بھی نہ ہوتے۔

۳۔ جب بھی اپنے بارے میں سوچو اور تمہیں اپنے اندر کوئی ایسی چیز نظر آئے جو تمہارے لئے باعث فخر ہو، تو جان لو کہ وہ تمہارے باپ کی طرف سے ہے اوراس نعمت (باپ) کے لئے خدا کا شکر ادا کرو کہ اس (خدا) کے علاوہ کوئی صاحب قدرت نہیں ہے۔

باپ کے بارے میں انسان کی گردن پر جتنے بھی حقوق آتے ہیں ان کی بنیاد یہی نکتہ ہے کہ انسان کا وجود اس کے باپ کی وجہ سے ہے۔ جس طرح جڑ کے بغیر درخت کا اوراس کی شاخوں کا تصور نہیں کیا جاسکتا اسی طرح باپ کے بغیر انسان کا تصور نہیں ہوسکتا۔ یہاں امامؑ اس اہم نکتے کی طرف متوجہ کرنا چاہتے ہیں کہ اگر کوئی باپ کو بھول جائے تو گویا وہ اپنی اصل اور حقیقت کو بھول گیا ہے اوراس سے بڑی بدبختی کیا ہوگی انسان کے لئے کہ وہ خود کو اوراپنی حقیقت کو بھول جائے۔ اسی لئے امامؑ اس نکتے کی جانب بھی متوجہ فرمارہے ہیں کہ اپنے وجود میں غور کرو، جب غور کروگے تو تمہیں حیرت ہوگی اور فخر بھی اور یہاں پہنچ کر تمہیں احساس کرنا ہے کہ اس وجود میں تمہارے باپ کا بھی حصہ ہے۔ یہی احساس تمہیں اس کے سامنے سر تعظیم خم کرنے پر مجبور کردے گا اور تم خدا کا شکر ادا کروگے کہ اس نے

تمہیں باپ کی نعمت سے نوازا ہے اور یہیں سے تمہیں کسی حد تک خدا کی قدرت کا اندازہ بھی ہوگا کہ اس نے تمہیں کس طرح صلب پدر سے رحم مادر میں اور وہاں سے دنیا میں بھیجا۔

شریک حیات کا حق

جوانی کی دہلیز پر قدم رکھتے ہی انسان کے جذبات، احساسات اور امنگوں میں نمایاں تبدیلی آتی ہے اور مختلف خواہشات اس کے اندر کروٹیں لیتی ہیں، جن میں سے ایک سکون قلب و روح اور تکمیل خواہش کے لئے جنس مخالف کی چاہت ہے۔ یہ ایک فطری تقاضا ہے جو قدرت نے خلقت کے ساتھ اس کے وجود میں رکھا ہے اسی لئے اس کی تکمیل کے لئے قدم بڑھانے اور نکاح کے بندھن میں بندھنے پر زور بھی دیا ہے۔ اب جب یہ ایک سے دو ہو جاتے ہیں تو ایک دوسرے کے وجود کی تکمیل کے لئے ان پر کچھ فرائض اور حقوق بھی عائد ہوتے ہیں جس کے بارے میں امام سجادؑ فرماتے ہیں:

> انسان کو اگر ماں کی عظمت کا اور اس کی جانفشانیوں کا احساس ہو جائے تو وہ خود بخود اس کا احترام بھی کرے گا اور اس کے وجود کی قدر بھی کرے گا۔ اور اس نعمت عظمیٰ کے لئے خدا کا شکر بھی کرے گا۔

"أما حق رعيتك بملك النكاح فأن تعلم أن الله جعلها سكنا و مستراحا و انسا و واقية و كذلك كل واحد منكما يجب أن يحمد الله على صاحبه و يعلم أن ذلك نعمة منه عليه۔۔۔"

جان لو کہ تمہارے شریک کا تم پر یہ حق ہے کہ

۱۔ اسے خدا نے تمہارے لئے سکون، آرام اور تحفظ کا ذریعہ بنایا ہے۔

۲۔ اسی لئے تم دونوں میاں اور بیوی کے لئے ضروری ہے کہ ایک دوسرے کے ساتھ ہونے کی وجہ سے خدا کا شکر کرو

۳۔ اور جان لو کہ یہ (شریک حیات) خدا کی ایک نعمت ہے جس کا احترام اور اس کے ساتھ نیک

سلوک کرنا تمہارے لئے ضروری ہے۔

۴۔عورت پر تمہارا حق تم (مرد) پر اس کے حق سے بھی زیادہ سخت ہے کیونکہ اسے تمہاری پسند اورناپسند کا دھیان رکھنا ہے، اس شرط کے ساتھ کہ وہ گناہ نہ ہو اور اس میں خدا کی معصیت نہ ہو۔

۵۔اور تم پر تمہاری بیوی کا یہ حق ہے کہ اس کے ساتھ مہربان رہو، اس کے ساتھ محبت کرو۔ یہ اس کی فطری ضرورت ہے جسے بھلایا نہیں جاسکتا۔

انسان کو جس نفسیاتی سکون کی ضرورت ہے وہ شریک حیات کے ساتھ اس کے وصال میں ہے اور یہ یقینا خدا کی ایک عظیم نعمت ہے کہ اس نے دو الگ الگ دلوں کو محبت و الفت کی گرہ میں اس طرح باندھ دیا ہے کہ وہ ایک دوسرے کے بغیر نہیں رہ سکتے، اسے خدا نے اپنی نشانی بھی قرار دیا ہے۔

یہاں جائے شکر اس وجہ سے ہے کہ انسان کے لئے اپنی ذات سے باہر نکلنا اور دوسرے کو اپنی زندگی میں شامل کرنا، پھر اس سے محبت کرنا اور اس کے لئے محبت لٹانا آسان کام نہیں ہے، خاص کر اس وقت جب دونوں اجنبی ہوں، ایک دوسرے کے مزاج، فکر، پسند اور ناپسند سے نا آشنا ہوں لیکن نکاح کا پاکیزہ بندھن نہ صرف ان کے جسموں کو بلکہ ان کے دلوں کو جوڑ دیتا ہے اور کمال ''انکحتُ، قبلتُ'' کا نہیں بلکہ خدا کی قدرت کا ہے کہ اس نے ان دلوں کو قریب کیا ہے۔

یہاں امامؑ نے مرد اور عورت دونوں کے لئے باہمی زندگی کے اہم اور بنیادی نکتے کی طرف اشارہ کیا ہے کہ عورت مرد کی پسند اور ناپسند کا خیال رکھے تو زندگی کی گاڑی سکون سے آگے بڑھتی رہے، بشرطیکہ اس میں خدا کی معصیت نہ ہو۔ اور اس کے مقابلہ میں عورت مرد سے صرف تقاضائے محبت رکھتی ہے جو اسکی فطری ضرورت بھی ہے، اگر زندگی میں اس کی رعایت ہوجائے تو یہی دنیا جنت بن سکتی ہے

اولاد کا حق

ازدواجی زندگی کا اہم مقصد نسل انسانی کا دوام اور اس کی بقا ہے۔ اسی لئے مرد و زن کی جسمانی قربت کا قدرتی نتیجہ اولاد کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔ یہ درحقیقت انسان ہی کے وجود کا حصے ہوتے ہیں جنہیں پروردگار ایک امانت کے طور پر انہیں عطا فرماتا ہے اسی لئے ان کے تئیں حقوق بھی لازم کرتا ہے کہ کہیں انہیں اپنی ملکیت سمجھ کر جو بھی سلوک چاہو نہ کر بیٹھنا بلکہ ان نونہالوں کو اس لئے تمہارے

حوالے کیا ہے کہ ایک امانتدار مالی بن کر اپنے چمن محبت میں ان کی پرورش کر کے سماج کے حوالے کرنا۔ یہاں پہنچ کر امام سجادؑ فرماتے ہیں:

" وأما حق ولدك فتعلم أنه منك ومضاف إليك في عاجل الدنيا بخيره وشره وأنك مسؤول عما وليته من حسن الأدب والدلالة على ربه والمعونة له على طاعته فيك وفي نفسه، فمثاب على ذلك ومعاقب فاعمل في أمره عمل المتزين بحسن أثره عليه في عاجل الدنيا المعذر إلى ربه فيما بينك وبينه بحسن القيام عليه والأخذ له منه ولا قوة إلا بالله"

تمہارے بچوں کا تم پر یہ حق ہے کہ

۱۔اس بات کو سمجھ لو کہ وہ تمہارا حصہ ہیں۔

۲۔اس دنیا میں ان کی بھلائی اور برائی تمہارے ساتھ جڑی ہوئی ہے۔

۳۔تم پر ان کی پرورش کی ذمہ داری ہے۔

۴۔تمہاری ذمہ داری ہے کہ انہیں خدا کی طرف موڑو اور انہیں خدا کی اطاعت سکھاؤ۔

۵۔اگر تم اس ذمہ داری کو انجام دیتے ہو تو تمہیں اس کا بہت زیادہ اجر اور ثواب ملے گا اور اگر تم نے اس ذمہ داری کو انجام دینے میں سستی سے کام لیا تو اس کی سزا تمہیں ملے گی۔

۶۔اس لئے ان کی پرورش اس طرح سے کرو کہ تمہیں دنیا میں اس کا فائدہ ہو اور ان کی پرورش کے لئے تم نے جو محنت اور ذمہ داری انجام دی ہے، خدا کے سامنے اس کا جواب دے سکو۔

یہاں امام سجادؑ نے سب سے پہلے ایک نفسیاتی نکتہ کی طرف اشارہ کیا ہے کہ والدین بچہ کو اپنے وجود کا ایک حصہ سمجھیں جس کا اثر یہ ہوگا کہ وہ ان کی دیکھ بھال اور تربیت کے لئے خاص اہتمام کریں گے۔ چونکہ وہ کمزور پیدا ہوا ہے خود سے کچھ بھی نہیں کر سکتا اس لئے اس کی ساری ذمہ داری والدین پر ہے۔

تربیت کے تئیں امامؑ نے اس نکتہ کی طرف توجہ دلائی ہے کہ صرف ان کی دنیا بنانے اور جسمانیت و مادیت کی فکر میں نہ رہنا بلکہ ان کی خلقت کا اصل مقصد خدا کی بندگی ہے اور والدین کی اصل ذمہ داری اولاد کو اس مقصد کی طرف موڑنا اور اس کے لئے حالات فراہم کرنا ہے۔

یہاں آخری نکتہ جو نہایت قابل توجہ ہے وہ یہ ہے کہ والدین اور شریک حیات کے تئیں امامؑ نے

اجر وثواب یا سزا وعقاب یا کسی باز پرس کی بات نہیں کی ہے، اگر چہ انسان سے اس کا بھی سوال ہوگا لیکن اولاد کی تربیت کے لئے بطور خاص اجر وثواب اور سزا وعذاب کا بھی ذکر کیا ہے اور خدا کی جانب سے باز پرس کی بات بھی کی ہے، جس کی وجہ شاید یہ ہو کہ خدا کی جانب سے اجر وثواب کی امید انسان کے اندر اس سنگین ذمہ دراری کو انجام دینے کا مزید جذبہ پیدا کرے گی اور باز پرس کا حوالہ اس لئے دیا کہ انسان اس ذمہ دراری کی سنگینی کا احساس کرے، کیونکہ یہاں معاملہ والدین کے احترام وخدمت سے بے توجہی کا نہیں کہ بچوں نے نہ پوچھا تو بھی زندگی بسر کرلیں گے یا شریک حیات کے حقوق ادا نہ کئے تو بھی وہ کسی نہ کسی طرح سے اپنا گزارا کرلے گی بلکہ یہاں معاملہ آنے والی نسل کی تربیت کا ہے کہ جس پر مستقبل کا دارومدار ہے، اس لئے یہاں کوتاہی کا اثر پورے انسانی معاشرے پر پڑنے والا ہے۔

بھائی کا حق

بھائی کے حق کے بارے میں امام سجادؑ فرماتے ہیں:

”وأما حق أخيك فتعلم أنه يدك التي تبسطها وظهرك الذي تلتجي إليه وعزك الذي تعتمد عليه، وقوتك التي تصول بها، فلا تتخذه سلاحا على معصية الله...“

تمہارے بھائی کا حق تم پر یہ ہے کہ:

۱۔تم جان لو کہ وہ تمہارا اپنا ہاتھ ہے جس سے تم کام کرتے ہو۔

۲۔اور تمہارے لئے ایک مضبوط سہارا ہے جس کی تمہیں ضرورت ہے۔

۳۔وہ تمہاری عزت ہے جس پر بھروسہ کرتے ہو۔

۴۔اور وہ تمہاری طاقت ہے جس کے ذریعہ تم اپنا دفاع کرتے ہو اور دشمن پر حملہ کرتے ہو۔

۵۔اس لئے اسے خدا کی نافرمانی کا ذریعہ نہ بناؤ اور خدا کا حق مارنے کے لئے اور ظلم کے لئے اسے ڈھال نہ بناؤ۔

۶۔اس کی مدد کرو اور دشمنوں سے مقابلے کے لئے اس کا ساتھ دو۔

۷۔شیطان کو اس پر حملہ کرنے کا موقع نہ دو۔

۸۔اپنے بھائی کی بھلائی چاہو اور اسے خدا کے راستے اور اس کی مرضی کی طرف لے جاؤ۔

۹۔اگر وہ خدا کا فرمانبردار ہو تو اس کی حمایت کرو لیکن اگر خدا کا نافرمان ہو تو خدا تمہارے لئے اس سے زیادہ اہم ہونا چاہیے۔

امام سجادؑ کے قریبی رشتہ داروں کے حقوق میں بھائی کے حقوق کا ذکر کیا ہے لیکن بہن کا کہیں بطور خاص تذکرہ نہیں کیا ہے۔شاید یہ عنوان دیکھ کر کسی کے ذہن میں سوال اٹھے کہ امامؑ نے یہاں بہن کا ذکر کیوں نہیں کیا جبکہ وہ بھی بھائی کی طرح انسانی زندگی کا ایک رشتہ ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں بھائی کے حقوق کا مطلب صرف بھائیوں کے حقوق نہیں ہیں بلکہ اس میں بہنوں کے حقوق بھی شامل ہیں۔شاید بہن کے لئے کچھ جداگانہ حقوق بھی فرض کئے جاسکیں لیکن جو بنیادی حقوق ہیں وہ بھائی اور بہن دونوں کو شامل ہیں، شاید اسی لئے یہاں الگ سے بہن کا تذکرہ نہیں ملتا۔

یہاں بھائی کو بھائی کے لئے یا بہنوں اور بھائیوں کو ایک دوسرے کے لئے امامؑ نے طاقت، پشت پناہ، عزت اور سہارا قرار دیا ہے اور اس بات پر زور دیا ہے کہ وہ ایک دوسرے کے لئے مضبوط سہارا بن کر رہیں، خاص کر مشکلات میں ایک دوسرے کو اکیلا نہ چھوڑیں۔

امامؑ نے بھائی کو بھائی کے لئے، یا بہنوں اور بھائیوں کو ایک دوسرے کے لئے طاقت، پشت پناہ، عزت اور سہارا قرار دیا ہے اور اس بات پر زور دیا ہے کہ وہ ایک دوسرے کے لئے مضبوط سہارا بن کر رہیں۔

البتہ امامؑ نے اس نکتہ کی طرف بھی متوجہ کیا ہے کہ ایک دوسرے کا ساتھ معصیت اور گناہ میں نہ دیں بلکہ نیکی کی راہ میں ایک دوسرے کا تعاون کریں اور ایک بھائی دوسرے کو ظلم و زیادتی اور گناہ کا ذریعہ نہ بنائے بلکہ اگر ایک گناہ کی طرف جانا چاہتا ہے تو دوسرا روک لے اور اگر ایک بھائی دوسرے کو گناہ کی طرف لے جانا چاہتا ہے اور کوئی غلط کام کرنا چاہتا ہے تو بھائی ہونے کی بنیاد پر اس کا ساتھ نہ دے کیونکہ کسی بھی رشتہ کی اہمیت اور ضرورت اس وقت تک ہے جب وہ خدا کی اطاعت میں رکاوٹ اور خدا کی معصیت کا ذریعہ نہ بنے۔

★★★★★

صحیفہ سجادیہ میں تذکرۂ موت

حجۃ الاسلام عالیجناب مولانا کوثر مجتبیٰ صاحب

صحیفۂ سجادیہ دنیاء اسلام کے لئے وہ عظیم شاہکار ہے جس سے ہر کس و ناکس بیحد فیضیاب ہوسکتا ہے۔ امام سجادؑ کی عملی زندگی ہمارے لئے مشعل راہ ہے مگر صحیفہ سجادیہ کو دقیق نظر سے دیکھنے کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ اگر آپ کی عملی زندگی پر توجہ کئے بغیر صرف آپؑ کے اس شاہکار ہی کو آپؑ کی کاوش کے اعتبار سے مشعل راہ بنالیا جائے تو حیات انسانی کے لئے یہی کافی وشافی ہے۔

اس میں حیات انسانی کے ہر پہلو اور ہر لحہ اور ہر روز و ہر امر کے لئے راہنمائی موجود ہے منجملہ موت کا بھی تذکرہ ہے یعنی یہ صرف حیات انسانی ہی تک محدود نہیں ہے بلکہ اس میں اس عظیم اور مشکل وقت کا بھی ذکر کیا ہے جس سے بنی نوع انسانی خوفزدہ اور ہراساں نظر آتی ہے۔

امام زین العابدینؑ بلکہ تمام ائمہ معصومینؑ نے موت کو دعوت دی اور گلے لگا کر بتایا کہ دنیا موت سے خوف زدہ رہتی ہے مگر ہم کبھی بھی موت سے خوفزدہ نہیں ہوئے جیسا کہ حضرت علیؑ نے فرمایا تھا کہ موت مجھ پر آپڑے یا میں موت پر جا پڑوں علیؑ کو کوئی خوف نہیں۔

چنانچہ امام چہارم حضرت علیؑ ابن الحسینؑ نے اپنی دعاؤں میں بھی موت کو یاد کیا بلکہ آپؑ کا شعار یہ تھا کہ جب بھی آپؑ خدا سے کوئی دعا فرماتے تھے تو اس کا آغاز حمد وثناء الٰہی سے فرماتے تھے اور اسی کے آغاز میں انجامِ حیات کو یاد فرماتے جیسا کہ پہلے باب کی چھٹی فصل میں ارشاد فرمایا:

اسکے بعد سب کی زندگی کی مدت بھی طے کر دی ہے اور سب کے لئے ایک محدود نشانہ بھی معین کر دیا ہے جسکی طرف تمام ایام حیات میں چلتا ہی رہتا ہے اور تمام زمانہ کے برسوں میں اس تک پہونچنا ہی چاہتا ہے یہاں تک کہ جب وہ اپنے آخری نشانہ تک پہونچ جاتا ہے اور اپنی عمر کا حساب پورا کر لیتا ہے تو اسے اس منزل کی طرف بلا لیتا ہے جس کا اعلان پہلے ہی کر دیا تھا۔''

یعنی آپؑ دعا کے آغاز ہی میں زندگی، موت اور اس کی آخری منزل کو یاد کر رہے ہیں جو اس بات کی نشاندہی کرتی ہے کہ آپؑ اپنے انجام کی طرف ہمہ وقت متوجہ رہتے ہیں اور یہ صرف انکے متوجہ ہونے کی دلیل نہیں ہے بلکہ آپؑ اس طرح کی دعاؤں کے ذریعہ امت مسلمہ خاص طور سے اپنے چاہنے والوں کو متوجہ کر رہے ہیں کہ زندگی کے ہر موڑ پر موت کو یاد کرتے رہو حتیٰ کہ اگر کوئی دعا بھی کر و تو اپنی مختصر سی حیات اور اسکے انجام کے ذکر کے ساتھ دعا کرو۔ تا کہ تمہیں ہر وقت اپنے انجام کی فکر رہے اور اعمال حسنہ کو انجام دینے کا شوق پیدا ہوتا رہے۔

آپؑ نے اسی باب کی آخری فصل میں اس طرح ذکر کیا: تا کہ ہم اس کے ذریعہ اس کے اولیاء کے نیک بختوں کے ساتھ ہو جائیں اور اسکے دشمنوں کی تلوار سے شہید ہونے والوں کی صف میں شامل ہو جائیں، بے شک وہ ایسا سرپرست ہے جو قابل حمد وستائش ہے۔''

آپؑ نے اشتیاق موت کو حیات دائمی میں بدل کر اسے شہادت سے تعبیر کیا اور شوق شہادت کا اظہار فرمایا۔ پھر آپؑ نے ان دعاؤں کے چوتھے باب کی آخری فصل میں اس طرح یاد فرمایا: اور تو ان (تمام تابعین) کو دنیا کی وسعتوں سے کنارہ کش بنا دے اور آخرت کے عمل کو محبوب بنا دے اور موت کے بعد کے لئے تیاری کو مرغوب قرار دے اور انکے لئے ہم پر نازل ہونے والے کرب کو آسان بنا دے اس دن جب روحیں بدن سے نکل رہی ہوں۔۔۔۔۔۔۔الخ۔

اس میں آپؑ نے موت کے بعد کے لئے تیاری اور روحوں کے نکلتے وقت کی آسانی کی دعا فرمائی ہے۔ آٹھویں باب کی آٹھویں فصل میں آپؑ نے اس طرح یاد کیا: اور اس بات سے بھی پناہ چاہتے ہیں کہ دشمن ہمیں طعنے دے سکیں اور ہم اپنے جیسوں کے محتاج ہو جائیں یا ہماری معیشت شدت کا شکار ہو جائے یا موت بلا کسی تیاری کے آ جائے۔''

اس میں موت سے غفلت اور اچانک بغیر کسی تیاری کے موت آجانے کا ذکر فرمایا ہے۔
گیارہویں باب کی دوسری فصل میں انجام بخیر ہونے کی دعا کے ذیل میں ارشاد فرماتے ہیں:
اگر ہماری زندگی کے دن ختم ہو جائیں یعنی گزر جائیں اور ہماری زندگی کی مدت تمام ہو جائے اور تیری دعوت ہم تک پہونچ جائے جس کا آنا بھی برحق ہے اور قبول کرنا بھی برحق ہے تو محمدؐ وآل محمدؑ پر رحمت نازل فرمانا۔

اس میں اپنی حیات کے تمام ہونے سے آپؑ نے موت کو یاد فرمایا ہے اور دعوت حق سے موت کو مراد لیا ہے کہ جس کا آنا برحق ہے۔ بیسویں باب کی چھٹی فصل میں اس طرح یاد کیا ہے: مجھے اس وقت تک زندہ رکھنا جب تک زندگی تیری راہ میں خرچ ہوتی ہے اس کے بعد اگر اس کے شیطانی چراگاہ بن جانے کا امکان پیدا ہو جائے تو مجھے اس دنیا سے فوراً اٹھالینا قبل اس کے کہ تیرے غضب کا رخ میری طرف ہو یا تیرا غضب میرے حق میں مستحکم ہو جائے۔

آپؑ نے اپنی حیات کی تمنا صرف اسی وقت تک کی جب تک اطاعت الٰہی کارفرما ہے یہاں بھی آپؑ نے خدا سے دعا کی کہ مجھے اس سے پہلے اٹھالینا کہ کوئی امکان خطا کا بھی شائبہ ہو۔ اس طرح سے آپ نے یہاں پر بھی موت کو یاد کیا ہے۔

چالیسویں باب میں جو دعا ہے وہ کسی مرنے والے کی خبر سننے کے بعد یا موت کی یاد آنے کے بعد سے متعلق ہے اور اس پورے باب میں اس کا تذکرہ ہے: "خدایا محمدؐ وآل محمدؑ پر رحمت نازل فرما اور ہمیں لمبی امیدوں سے بچالے اور انہیں صدق اعمال کی بنا پر کوتاہ بنادے تاکہ ہم ہر ساعت کے بعد دوسری ساعت کے مکمل ہو جانے اور ہر دن کے بعد دوسرے دن کے تمام ہو جانے اور ہر سانس کے بعد دوسری سانس کے آنے اور ہر قدم کے بعد دوسرے اقدام کے اٹھانے کی امید نہ کریں۔
ہمیں امیدوں کے فریب سے بچالے اور انکے شر سے محفوظ رکھ موت کو ہمارا مطمح نظر بنادے اور ہمارے دل سے اس کی یاد غائب نہ ہونے پائے۔ ہمیں نیک اعمال میں سے ایسے عمل کی توفیق عطا فرما جسکی بنا پر ہم تیری بارگاہ کی طرف واپسی میں دیری کو محسوس کریں اور جلدی سے جلدی تیری جناب سے ملحق ہو جانے کی آرزو کریں۔

موت ہمارا وہ مرکز انس ہو جس سے ہم مانوس ہوں اور وہ محل الفت ہو جس کے ہم مشتاق رہیں اور موت اک ایسی عزیز بن جائے جس سے قربت کی چاہت رہے اور اسکے بعد جب اس منزل میں وارد ہو جائیں اور وہ ہم پر نازل ہو جائے تو اسے بہترین ملاقات کرنے والا اور مانوس ترین آنے والا قرار دے دینا اور ہمیں اس کی مہمانی سے بدبخت نہ بنا دینا اور اسکی ملاقات سے رسوانہ کر دینا۔

اسے ہمارے لئے مغفرت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ اور رحمت کی کنجیوں میں سے ایک کنجی قرار دے دینا۔ ہمیں اس حالت میں موت دینا کہ ہم ہدایت یافتہ ہوں اور گمراہ نہ ہوں اطاعت گزار ہوں اور بیزار نہ ہوں توبہ کرنے والے ہوں اور گنہگار نہ ہوں اور نہ گناہوں پر اصرار کرنے والے ہوں۔ اے نیک کرداروں کی جزا کے ذمہ دار و بدکرداروں کے اعمال کی اصلاح کرنے والے۔"

> تضرع وزاری اور اپنے آپ کو بالکل خاکسار و گنہگار ظاہر کر کے طلب مغفرت اور یاد موت صرف اسی لئے ہے تاکہ انسان کبھی بھی سر غرور کو بلند کر کے دنیا کی لمبی لمبی آرزوؤں میں نہ الجھ جائے۔

اس پورے باب میں آپؑ نے موت اور اسکے آنے کے بارے میں خدا سے دعا کی ہے اور اسے اس طرح یاد کیا ہے جو یاد کرنے کا واقعی حق ہے تاکہ بنی نوع انسانی اسکی منتظر رہے اس سے غافل نہ ہو جائے۔

قرآن کے سہارا بننے کے لئے بھی آپؑ نے اس طرح دعا فرمائی جیسا کہ بیالیسویں باب کی تیرہویں فصل میں ہے کہ: "خدایا محمدؐ وآل محمدؐ پر رحمت نازل فرما اور موت کے وقت اس قرآن کے ذریعہ ہماری سخت جانکنی کو آسان بنا دینا اور کراہنے کی سختیوں اور مسلسل ہچکیوں سے بچا لینا جب جان گلے تک پہونچ جائے اور پوچھا جائے کہ اب جھاڑ پھونک کرنے والا کون ہے اور ملک الموت غیب کے پردہ سے قبض روح کے لئے نکل آئیں اور نفس کو موت کی کمان سے چلنے والے وحشت فراق کے تیروں کا نشانہ بنا دیں اور موت کے زہریلے مشروب کا وہ جام پلا دے جس کا ذائقہ بھی زہریلا ہو اور آخرت کی طرف کوچ اور روانگی کا وقت قریب آجائے اور اعمال گلے کا طوق بن جائیں اور قبریں ہی قیامت تک رہنے کا ٹھکانہ

بن جائیں۔"

اسی باب کی چودھویں فصل میں ارشاد فرماتے ہیں: " خدایا محمدؐ و آل محمدؐ پر رحمت نازل فرما اور ہمیں بوسیدگی کے گھر میں نازل ہونے اور خاک کے طبقات میں طویل قیام کے دوران برکت عطا فرما اور ہماری قبروں کو دنیا چھوڑنے کے بعد بہترین منزل بنا دینا اور ہمارے لئے اپنی رحمت سے قبر میں وسعت عطا فرما دینا۔"

اسی باب کی بیسویں فصل میں ارشاد فرماتے ہیں: "ہمیں ان کی سنت پر زندہ رکھنا اور انہیں کی ملت پر موت دینا ہمیں انہیں کے راستے پر چلانا اور انہیں کے مسلک پر گامزن رکھنا۔"

المختصر امام علیؑ ابن الحسینؑ نے اپنی زیادہ تر دعاؤں میں موت کا تذکرہ کیا ہے اگر صحیفہ سجادیہ کی ان تمام دعاؤں کا مجملاً بھی تذکرہ کیا جائے تو ایک ضخیم مضمون درکار ہے، جہاں آپؑ نے اپنی ادعیہ میں تذکرۂ موت کیا ہے اور اک عظیم پیغام دے دیا ہے کہ خدا سے جب بھی کوئی دعا کرو تو اپنی حیات کی کوتاہ مدت کو ضرور یاد کرلو۔ یہ سارا پیغام انسانوں اور ان کی طویل آرزوؤں کے لئے ہے ورنہ معصومینؑ ان باتوں سے ماوریٰ ہیں۔

تضرع وزاری اور اپنے آپ کو بالکل خاکسار و گنہگار ظاہر کرکے طلب مغفرت اور یاد موت صرف اسی لئے ہے تاکہ انسان کبھی بھی سر غرور کو بلند کرکے دنیا کی لمبی لمبی آرزوؤں میں نہ الجھ جائے۔ بلکہ موت کو یاد کرکے اپنے حقوق و فرائض کو ادا کرتا رہے۔

★★★★★

صحیفہ سجادیہ کے اسناد

مرحوم علامہ محمد تقی مجلسی نے دعویٰ کیا ہے کہ ان کے پاس صحیفہ کی نقل و روایت کے لحاظ سے 10 لاکھ اسناد و ثبوت موجود ہیں۔

بعض علماء اہل سنت نے بھی صحیفہ سجادیہ کی روایت کی ہے، جیسے ابن جوزی نے خصائص الائمۃ میں اور حافظ سلیمان بن ابراہیم القندوزی نے ''ینابیع المودۃ'' میں صحیفہ سجادیہ کا تذکرکیا ہے اور اس کی بعض دعائیں نقل کی ہیں۔

صحیفہ سجادیہ اور معرفت الٰہی

عالیجناب مولانا ڈاکٹر ریحان حسن صاحب گوپالپوری

صحیفہ کے لغوی معنیٰ وہ چیز ہے کہ جس پر کچھ لکھا جا سکے۔ غالباً اسی مناسبت کی بنیاد پر ورق کے ایک جانب یعنی صفحہ کو صحیفہ بھی کہا جاتا ہے۔ قرآن کریم میں صحیفہ کی جمع صحف کا لفظ آٹھ جگہوں پر آیا ہے لیکن مفرد (صحیفہ) کا لفظ قرآن مجید میں نہیں آیا، اس طرح ''صحیفۂ سجادیہ'' خدا کی جانب سے عطا کردہ کتاب تو نہیں البتہ زبان سید سجادؑ سے ایسا عظیم الشان دعاؤں کا مجموعہ ہے جو انسانوں کو خدا کی بارگاہ میں دعا کرنے کی ترغیب بھی دیتا ہے اور تربیت بھی۔

ظاہر ہے کہ دعا پروردگار عالم کی بارگاہ میں ہی زیب دیتی ہے لہٰذا اس کی پہلے معرفت ناگزیر ہے کیونکہ معرفت کے بغیر دعا قبول نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ آپؑ نے دعا کرنے سے پہلے خدا کی معرفت بھی کرائی تا کہ بندے کی دعا قبول ہونے میں تاخیر نہ ہو۔

یوں تو دعا تمام دوستان خدا نے کی ہے چنانچہ قرآن کریم میں انبیاء و مرسلین، صالحین اور صدیقین کی متعدد دعاؤں کا ذکر ہے لیکن امام سید سجادؑ نے اپنی دعاؤں میں جس انداز سے حقائق و معرفت پروردگار اور ان گنت سوالات کے جوابات عطا کر کے لوگوں کی علمی و فکری پیاس بجھائی ہے وہ بے مثال ہے۔ اگر یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ آپؑ نے اپنی دعاؤں میں معارف کے سمندر کو ایک کوزہ میں سمو دیا ہے کہ جسے سمجھنے کے لئے دقیق نظر اور تائید الٰہی کی ضرورت ہے۔

سچ تو یہ ہے کہ امام زین العابدینؑ نے اپنی دعاؤں میں خدا کی وحدانیت اور صفات کو جس انداز سے بیان کیا ہے وہ پروردگار عالم کی جانب سے امت پر مامور افراد ہی سے ممکن تھا۔ آپؑ کے مجموعۂ ادعیہ ''صحیفۃ العابدینؑ'' میں توحیدی مباحث اور خالق کائنات کا عرفان جس انداز سے دیکھنے کو ملتا ہے وہ بے نظیر ہے کیونکہ آپؑ نے دعاؤں میں عرض مدعا سے زیادہ عظمت پروردگار کا احساس دلایا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے:

''الذی قصرت عن رؤیته أبصار النّاظرین، وعجزت عن نعته أوهام الواصفین. ابتدع بقدرته الخلق ابتداعا، واخترعهم علی مشیته اختراعا، ثمّ سلک بهم طریق إرادته، وبعثهم فی سبیل محبّته، لا یملکون تأخیرا عمّا قدمهم إلیه، ولا یستطیعون تقدّما إلی ما أخّرهم عنه وجعل لکل روح منهم قوتا معلوما مقسوما من رزقه لا ینقص من زاده ناقص و لا یزید من نقص منهم زایدثم ضرب له فی الحیوه اجلاموقوتا و نصب له امدامحدودا، یتخطا الیه بایام عمره و یرهقه باعوام دهره حتی اذابلغ اقصی اثره و استوعب حساب عمره، قبضه الی ماندبه الیه۔''

ترجمہ: ''اس کے جمال کو دیکھنے سے صاحبان بصارت کی آنکھیں قاصر ہیں اور اس کی تعریف کرنے سے توصیف کرنے والوں کے خیالات عاجز ہیں۔ اس نے اپنی مخلوقات کو اپنی قدرت کے ذریعہ بلا کسی نمونہ کے ایجاد کیا ہے۔ پھر سب کو اپنے ارادہ کے راستہ پر لگا دیا ہے اور اپنی محبت کی راہ پر چلنے کے لئے آمادہ کر دیا ہے جس طرف ان کو بڑھا دیا ہے اس سے پیچھے ہٹنے کا اختیار نہیں ہے اور جہاں پیچھے ہٹا دیا ہے وہاں سے آگے بڑھنے کا دم نہیں۔ ہر روح کے لئے ایک غذا مقرر کر دی ہے جس کی تقسیم کا کام بھی اپنے ہاتھوں میں رکھا ہے نہ کوئی کم کرنے والا اسے کم کر سکتا ہے اور نہ کوئی بڑھانے والا اسے بڑھا سکتا ہے۔ اس کے بعد سب کی زندگی کی مدت بھی طے کر دی ہے اور سب کے لئے ایک محدود نشانہ بھی معین کر دیا ہے جس کی طرف تمام ایام حیات میں چلتا ہی رہتا ہے اور تمام زمانہ کے برسوں میں اس تک پہنچنا ہی چاہتا ہے۔ یہاں تک کہ جب وہ اپنے آخری نشانہ تک پہنچ جاتا ہے اور اپنی عمر کا حساب پورا کر لیتا ہے تو اسے اس منزل کی طرف بلا لیتا ہے جس کا اعلان پہلے ہی کر دیا تھا۔''

(صحیفۂ سجادیہ ترجمہ و شرح ملحقات علامہ سید ذیشان حیدر جوادی)

امامؑ عالی مقام کی دعا کے یہ الفاظ خدا کی لامحدود و لامتناہی صفات سے جس انداز سے انسانوں کو متعارف کراتے ہیں وہ انداز بیان پیش کرنے سے انسان عاجز و قاصر ہے۔ دراصل امام زین العابدینؑ نے اپنی دعاؤں کو وسیلۂ تبلیغ بنا دیا تھا۔ چنانچہ آپؑ نے اپنی دعاؤں کے ذریعے انسانوں کی جس انداز سے رہنمائی کی ہے اس کی مثالیں ہمیں نہیں ملتیں۔

حضرت علیؑ نے اپنے خطبات اور مکتوبات میں جن توحیدی مباحث کو پیش کیا ہے انہیں مباحث کو امام سید سجادؑ نے اپنی دعاؤں میں پیش کر دیا ہے۔ آپؑ جب بھی دعا کرتے تھے تو اس کا آغاز حمد وثنائے پروردگار سے ہی ہوا کرتا تھا یعنی آپؑ نے اپنی ہر دعا میں توحید کے جلوے دکھائے تاکہ انسان کو عظمت ربوبیت کا احساس ہو، چنانچہ اپنی دعا میں فرشتوں کے لئے دعا کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: ”وقَبَائِلِ الْمَلَائِكَةِ الَّذِينَ اخْتَصَصْتَهُمْ لِنَفْسِكَ، وأَغْنَيْتَهُمْ عَنِ الطَّعَامِ و الشَّرَابِ بِتَقْدِيسِكَ“ ترجمہ: فرشتوں کے تمام قبائل پر رحمت نازل فرما جن کو تو نے اپنی ذات کے لئے مخصوص کیا ہے اور اپنی تقدیس کی بناء پر کھانے پینے سے بے نیاز کر دیا ہے۔ (صحیفۂ سجادیہ، دعا:۳)

صحیفۂ سجادیہ میں امامؑ نے پروردگار عالم کی لامحدود اختیار واقتدار کی معرفت اس انداز سے کرائی ہے کہ انسان کو خدا کا صحیح عرفان حاصل ہوتا کہ انسان خدا کے حضور سر عجز نیاز خم کرنے پر مجبور ہو جائے۔ امامؑ عالی مقام کے یہ بصیرت افروز فقرات ملاحظہ ہوں:

”یامن لاتنقضي عجائب عظمته, یامن لاتنتهي مدة ملکه, یامن لاتفنی خزائن رحمته“

اے وہ پروردگار جس کی عظمت کے عجائب تمام ہونے والے نہیں ہیں، اے وہ پروردگار جس کے اقتدار کی مدت تمام ہونے والی نہیں ہے، اے وہ کنز مخفی جس کی ذات تک نگاہوں کی رسائی نہیں ہے۔“ (صحیفۂ سجادیہ، دعا:۵)

آج کے ترقی یافتہ دور میں سائنس دن اور رات کے امتیاز پر تحقیقات کر رہی ہے لیکن خدا کی اس تقسیم کی کہنہ حقیقت تک پہونچنے سے قاصر ہے لیکن امامؑ عالی مقام نے آج سے چودہ برس قبل اپنی دعا میں خدا کی اس تقسیم کی وجہ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

”اَلْحَمْدُ للهِ الَّذِي خَلَقَ اللَّيْلَ وَ النَّهارَ بِقُوَّتِهِ، وَ مَيَّزَ بَيْنَهُمَا بِقُدْرَتِهِ، وَ جَعَلَ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا

حَدّاً مَحْدُوداً، وَأَمَداً مَمْدُوداً، يُولِجُ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا فِي صَاحِبِهِ وَيُولِجُ صَاحِبَهُ فِيهِ بِتَقْدِيرٍ مِنْهُ لِلْعِبَادِ فِيمَا يَغْذُوهُمْ بِهِ وَيُنْشِئُهُمْ عَلَيْهِ... اللَّهُمَّ فَلَكَ الْحَمْدُ عَلَى مَا فَلَقْتَ لَنَا مِنَ الإِصْبَاحِ، وَمَتَّعْتَنَا بِهِ مِنْ ضَوْءِ النَّهَارِ، وَبَصَّرْتَنَا مِنْ مَطَالِبِ الأَقْوَاتِ، وَوَقَيْتَنَا فِيهِ مِنْ طَوَارِقِ الآفَاتِ"

ساری تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے رات اور دن دونوں کو اپنی قوت سے پیدا کیا اور پھر دونوں کے درمیان اپنی قدرت ہی سے امتیاز بھی قائم کیا۔ ہر ایک کے لئے ایک مقرر حد اور محدود مدت معین کی جہاں ایک کو دوسرے میں داخل کر دیتا ہے اور اسے اس میں داخل کر دیتا ہے اور ان کی نشوونما کا سامان کرتا ہے۔ (صحیفۂ سجادیہ، دعا:۶)

اس نے ان کے لئے رات کو خلق کیا تا کہ تعب کی حرکات اور زحمتوں کی خستہ حالیوں سے سکون حاصل کر سکیں اور پھر اسے لباس بنا دیا تا کہ راحت اور خواب کے وقت اس سے لذت اور شہوت بھی حاصل کر سکیں۔

خدایا تیرا شکر ہے کہ تو نے گریبان صبح کو چاک کر کے اس کے ذریعے ہمیں دن کی روشنی سے بہرہ ور کیا ہے اور قوت کی منزلوں سے آشنا بنا دیا ہے اور مسلسل نازل ہونے والے حادثات سے بچا لیا ہے۔

زبان امامت سے خدا کے مظاہر قدرت کا یہ ذکر تمام دانشوروں اور مفکروں کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیتا ہے اور یہ تسلیم کرنے پر مجبور کر دیتا ہے کہ خالق کائنات کے لامحدود مظاہر کی حقیقتیں وہی زبان ہی بیان کر سکتی تھیں جو خدا کی جانب سے انسانوں کی رہبری و رہنمائی کے لئے معین کی گئی تھیں۔

ذَلَّتْ لِقُدْرَتِكَ الصِّعَابُ، وَتَسَبَّبَتْ بِلُطْفِكَ الأَسْبَابُ، وَجَرَى بِقُدرَتِكَ الْقَضَاءُ، وَمَضَتْ عَلَى إِرَادَتِكَ الأَشْيَاءُ، فَهِيَ بِمَشِيَّتِكَ دُونَ قَوْلِكَ مُؤْتَمِرَةٌ، وَبِإِرَادَتِكَ دُونَ نَهْيِكَ مُنْزَجِرَةٌ

تیری قدرت کے سامنے سختیاں نرم ہو گئیں اور تیرے ہی لطف سے اسباب فراہم ہو گئے اور تیری ہی قوت سے فیصلے نافذ ہو گئے اور تیرے ہی ارادہ سے تمام چیزیں چل رہی ہیں کہ وہ تیری مشیت کی بلا کہے پابند ہیں اور تیرے ارادہ کے سامنے بغیر منع کئے ہوئے رکی ہوئی ہیں۔

(صحیفۂ سجادیہ ترجمہ و شرح ملحقات علامہ سید ذیشان حیدر جوادی، دعا:۷)

دعاؤں میں امامؑ عالی مقام نے معرفت خداوندی کراتے ہوئے اس کے لامحدود اختیار و اقتدار

اورصفات وکمالات سے بھی روشناس کرایا ہے جیسا کہ امامؑ فرماتے ہیں:

”ویامن لا یبیع لغمۃ بالاثمان ویامن لا یکزرُ عطایاہُ بالامتنانِ ویامن یستغنیٰ بہ و لا یستغنیٰ عنہ ویامن یرغب الیہ و لا یرغب عنہ ویامن لا تفنیٰ خزائنہُ المسائل ویامن لا تبدل حکمۃ الوسائل ویامن لا تنقطع عنہ حوائج المحتاجین ویامن لا یعنیہ دُعاء الداعین عن خلقک و انت اھل الغنی عنہم“

امامؑ عالی مقام نے ہر دعا میں خدا کی معرفت کراتے ہوئے اس کے عفو وکرم کا ذکر کرتے ہوئے یہ باور کرایا ہے کہ خدا کے عفو وکرم کا حوالہ دے کر اگر دعا کروگے تو تمہاری دعا قبولیت کی منزل سے قریب تر ہو جائے گی۔

اور اے وہ مہربان جو اپنی نعمتوں کو قیمتوں کے عوض فروخت نہیں کرتا ہے اور اپنے عطایا کا احسان جتا کر مکدر نہیں بناتا ہے۔ لوگ اس کے ذریعہ مستغنی ہوتے ہیں لیکن اس سے مستغنی نہیں ہوسکتے ہیں۔ اس کی طرف رغبت کی جاتی ہے لیکن اس سے کنارہ کشی نہیں کی جاسکتی ہے۔ سوالات کی کثرت اس کے خزانوں کو فنا نہیں کرسکتی ہے اور وسائل معیشت اس کی مصلحت کو بدل نہیں سکتے ہیں۔ محتاجوں کی حاجتیں اس سے منقطع نہیں ہوسکتی ہیں اور دعا کرنے والوں کی دعائیں اسے عاجز نہیں بنا سکتی ہیں۔ تو نے اپنی تعریف ہی یہ کی ہے کہ تو مخلوقات سے بے نیاز ہے اور اس بے نیازی کا اہل ہے۔

یہ صدفی صد صداقت ہے کہ خدائے واحد ہی ہے جو بے نیاز ہے اور اسی کے اختیار میں سب کچھ ہے وہ اپنے بندوں کے اعمال کی جزا عدل کی بنیاد پر نہیں دیتا بلکہ فضل کی بنیاد پر عطا کرتا ہے جس کی جانب امامؑ نے اشارہ بھی فرمایا ہے:

ان کثیر ما اسالک یسیر فی وجدک، و ان خطیر ما استوھبک حقیر فی وسعک، و ان کرمک لا یضیق عن سؤال احد، و ان یدک بالعطآء اعلی من کل ید۔ اللھم فصل علی محمد و آلہ و احملنی بکرمک علی التفضل، و لا تحملنی بعدلک علی الاستحقاق“

میں جس کثیر کا سوال کررہا ہوں وہ تیری عطا کے مقابلہ میں قلیل ہے اور جس عظیم کا تقاضا کررہا ہوں وہ تیری وسیع بارگاہ میں حقیر ہے تیرا کرم کسی کے سوال سے تنگ نہیں ہوتا ہے اور تیرے ہاتھ عطا کرنے میں ہر ہاتھ سے بالاتر رہتے ہیں۔ خدایا محمدؐ آل محمدؐ پر رحمت نازل فرما اور میرا معاملہ تفضّل کے ساتھ کرنا اور مجھ پر اپنے عدل کی بنا پر استحقاق کے برابر بوجھ نہ ڈالنا۔ (صحیفۂ سجادیہ، دعا:۱۳)

خالق کائنات کی ذات ہی ہے جس کے وسعت کرم کا ادراک کرنے سے انسان قاصر ہے۔ روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ اگر کسی کے ساتھ کوئی ادنیٰ سا بھی احسان کرتا ہے تو اس احسان کے بدلہ ملنے کی بھی خواہش ہوتی ہے لیکن پروردگار اپنے بندے سے کسی قسم کی جزا کی خواہش نہیں رکھتا۔ امامؑ عالی مقام نے خدا کی اس خصوصیت وامتیاز کی جانب دعاؤں میں اشارہ کرتے ہوئے خدا کی بلند و برتر ذات کا اس انداز سے تعارف کرایا ہے کہ انسان کو خدا کی حقیقی معرفت حاصل ہو۔ چنانچہ آپؑ ارشاد فرماتے ہیں۔

”و انت الذي عفوه اعلي من عقابه و انت الذي تسعي رحمته امام غضبه و انت الذي عطاوہ اکثر من منعه و انت الذي اتسع الخلائق کلهم في وسعه و انت الذي لا یرغب في جزاء من اعطاه و انت الذي لا یفرط في عقاب من عصاه“

تو ہی وہ ہے جس کی معافی اس کے عذاب سے بالاتر ہے اور جس کی رحمت غضب کے آگے آگے چلتی ہے تو ہی وہ ہے جس کی عطا انکار سے بالاتر ہے اور جس کی وسعت کرم میں ساری مخلوقات سمائی ہوئی ہے تو ہی وہ ہے جو عطا کرکے بدلے کی خواہش نہیں کرتا ہے اور نافرمانوں کے عذاب میں زیادتی نہیں کرتا ہے۔ (صحیفۂ سجادیہ ترجمہ وشرح ملحقات علامہ سید ذیشان حیدر جوادی، دعا:۱۶)

امامؑ عالی مقام نے ہر دعا میں خدا کی معرفت کراتے ہوئے اس کے عفو وکرم کا ذکر کرتے ہوئے یہ باور کرایا ہے کہ خدا کے عفو وکرم کا حوالہ دے کر اگر دعا کروگے تو تمہاری دعا قبولیت کی منزل سے قریب تر ہوجائے گی کیونکہ خدا اپنے بندوں کے اعتماد کو مجروح نہیں ہونے دینا چاہتا۔

امام سید سجادؑ نے اپنی دعاؤں کے ذریعے انسانوں کی رہنمائی و رہبری کرتے ہوئے خدائی جلوہ سے بھی آشنائی کرائی ہے تاکہ انسان کو اس کے بے پناہ عظمت و منزلت کا اندازہ ہوسکے جیسا کہ امامؑ

فرماتے ہیں:

”اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ مَنْ وَالَیْتَ لَمْ یَضُرُرْہُ خِذْلاَنُ الْخَاذِلِیْنَ وَ مَنْ اَعْطَیْتَ لَمْ یَنْقُصْہُ مَنْعُ الْمَانِعِیْنَ وَ مَنْ ھَدَیْتَ لَمْ یُغْوِہِ اِضْلاَلُ الْمُضِلِّیْنَ“

خدایا جس سے تو محبت کرے گا اسے لوگوں کا نظر انداز کر دینا نقصان نہیں پہنچا سکتا ہے اور جسے تو عطا کر دے گا اس کے لئے منع کرنے والوں کا روکنا کمی نہیں پیدا کر سکتا ہے اور جسے تو ہدایت دے دے گا اسے گمراہوں کی گمراہ روش گمراہ نہیں کر سکتی ہے۔ (صحیفہ سجادیہ، دعا:۵)

انسان امامؑ عالی مقام کے اس فرمان پر عمل پیرا ہو جائے تو نہ صرف خوشنودی پروردگار حاصل ہوگی بلکہ دنیا میں بھی کامیابی و کامرانی اس کا مقدر بن جائے گی۔

صداقت تو یہ ہے کہ آپؑ نے اپنی دعاؤں میں نہ صرف خدا کی جلوہ نمائیاں اور اختیار و اقتدار سے انسانوں کو روشناس کرایا ہے بلکہ آپؑ نے محمدؐ و آل محمدؐ کی عظمت، فرشتوں کا وقار، موت کی حقیقت غرض کہ معلومات کا بیش بہا ذخیرہ فراہم کر دیا ہے۔ اگر امام سید سجادؑ نے خدا کی معرفت دعاؤں میں نہ کرائی ہوتی تو خدا کی جلوہ نمائیوں کو ذہن بشری سمجھنے سے قاصر رہتا مختصر یہ کہ دعاؤں میں امامؑ کے یہ ارشادات آپؑ کے خدا کی قربت کے گواہ ہونے کے ساتھ ساتھ علمی برتری کی بھی بین دلیل ہیں۔

★★★★★

امام حرّیت

عالیجناب عابد رضا نوشاد صاحب

ظلم کی ترویج ہوتی ہے بنام حرّیت — اسطرح پامال ہوتا ہے نظام حرّیت
آج ہم دیں گے زمانہ کو پیام حرّیت — ہم ہی یہ بتلائیں گے کیا ہے مقام حرّیت
حق فقط عابد کو ہے تھامے لجام حرّیت — یہ وہ قیدی ہے جو کرتا ہے قیام حرّیت
آبلوں کے آب سے عابد نے کی آتش مہار — ورنہ جل کر راکھ ہو جاتے خیام حرّیت
مرگئی تھی حرّیت سجاد نے زندہ کیا — سید سجاد کو کہئے امام حرّیت
خود اسیری میں رہے، آزادیاں تقسیم کیں — اے امام حریت تم پر سلام حریت